قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من اطاعنی دخل الجنة (رواہ البخاری)

تین اہم مسائل

ٹوپی اور عمامہ پر مسح، موزوں اور جرابوں پر مسح اور دو نمازوں کو سفر اور حضر میں جمع کرنا

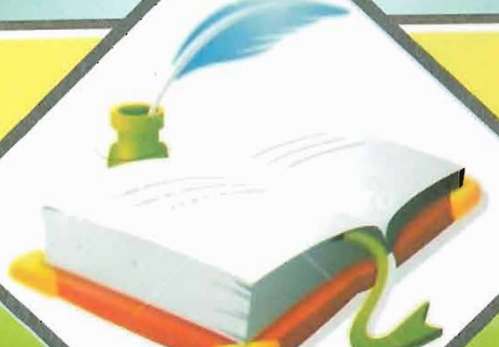

حضرت مولانا مفتی محمد نذیر احمد بنگرامی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

نام کتاب .... تین اہم مسائل

مرتّب .... حضرت مولانا مفتی نذیر احمد بلگرامی

صفحات 88

اشاعتِ اول .... رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

تعداد 1100

رابطہ
0331-9294975
0334-3432345

ملنے کے پتے

مکتبہ عمر فاروق
شاہ فیصل کالونی کراچی
نیز ملک بھر کے مشہور کتب خانوں سے طلب فرمائیں

عکس مضامین

انتساب	5
تقریظ	6
تقریظ	8
مقدمہ	11
عمامہ کے متعلق ضروری مسائل وفضائل	13
عمامہ کی مقدار	14
سر کے مسح کے دلائل احادیث مبارکہ سے	15
عمامہ کے مسح کے عدم جواز کے دلائل	18
ائمہ ثلاثہ کے عمامے کے مسح کے پر عدم جواز کے قول کی وجوہات ترجیح	20
ان روایات پر تفصیلی کلام	21
حدیث ثوبان رضی اللہ تعالی	23
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	24
خفین (موزوں) پر مسح کرنے کے بعض اہم مسائل	27
جرابوں پر مسح کے جواز اور شرائط کی بحث	28
قائلین جواز مسح علی الجوربین کے دلائل	29
صاحب اعلاء السنن کی تحقیق	31
صاحب نصب الرایہ کی توجیہ	32
حدیث ابن مغیرہ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے احوال	33
صرف جوربین والے آثار کا جائزہ	36
جوربین کے سخنین ہونے کی شرط کی وجوہات	37

39	ایک سوال اور اُس کا جواب
41	جمع بین الصلوتین
43	نقل مذاہب در بارہ جمع بین الصلاتین فی السفر
49	نماز کے مسائل
50	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر بحث
52	احادیث و آثار جن سے جمع تاخیر فی السفر کا جواز ثابت ہوتا ہے
54	حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بحث
55	مذکورہ روایت کے جوابات
56	ایک اعتراض اور اس کا جواب
58	حدیث انس پر ایک نظر
62	احادیث مبارکہ جمع بین الصلاتین
64	بیان مذاہب
66	مذہب مالکی
68	فقہ شافعی
68	فقہ حنبلی
69	حالت سفر میں جمع صوری کا جواز ثابت ہوتا ہے
74	جمع بین الصلاتین فی الحضر کی روایات

انتساب

بندہ اپنی اس کاوش کو مدرسہ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ گاؤں بٹہ موڑی، تحصیل و ضلع بٹگرام ہزارہ، صوبہ خیبر پختونخواہ، پاکستان کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جو انتہائی کسمپرسی اور بے سروسامانی میں شہری آبادی اور شہری سہولتوں سے دوران پہاڑی اور دیہاتی علاقوں میں شمع علوم دین اور تحفیظ و تجوید قرآن کو روشن کئے ہوئے ہے۔

اور بندہ اس کاوش کو جامعۃ العلم والہدیٰ بلیک برن کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جس کے منور جبین مدیر حضرت مفتی عبدالصمد صاحب مدظلہٗ کے سایہ عاطفت میں بیٹھ کر بندہ یہ رسالہ لکھ سکا۔

بندہ محمد نذیر (کان اللہ لہ)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ مدیر و شیخ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ (کراچی)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله الذی خص سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم باسنی المناقب، ورفعهٗ فی الشرف الی اعلی المراتب وجعل الاسوة الحسنة والشمائل الکبیرة امنالمن تمسک بها وحجاة من المهالک والمصاتب، وشرف لمن اقتدٰی بها بالفضائل والمناقب والصلوٰة والسلام علی سیدالمرسلین وفخر الاوّلین والآخرین.

محمد المبعوث بالدین الواصب، وعلی آله واصحابه الذین نالوا به اشرف المناصب،

امابعد! اعوذ بالله من الشیطن الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم.

ومن یطع الله ورسول فقد فاز فوزاً عظیما

محترم ومکرم عزیزی مفتی محمد نذیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ دیارِ غیر یعنی ملک برطانیہ میں مقیم ہو کر دین کی نشر و اشاعت کے فریضہ کے لئے اپنی استطاعت سے بڑھ کر سرانجام دے رہے ہیں، اور برطانیہ ہی میں درس و تدریس میں مشغول و مصروف عمل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے مسائل ثلاثہ کے نام سے رسالہ شائع کرنے کے لئے بہت عمدہ

مواد جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔مفتی صاحب نے اس رسالہ میں عمامہ (پگڑی) کی اہمیت اجاگر کی ہے۔عمامہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کہ مسلمانوں میں بہت ہی کم رہ گئی ہے اس رسالہ میں اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔طبرانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت کے مٹنے کے وقت میری سنت کو زندہ کرنے والے کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔یعنی جس وقت سنتوں کو لوگ چھوڑ چکے ہوں سنت کا رواج نہ ہو، اس سنت سے غافل ہوں اس سنت کو سنت نہ سمجھ رہے ہوں اس سے غفلت برت رہے ہوں تو ایسی صورت میں اور ایسے وقت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی سنت کو رائج کریگا، یا دوسروں کو ترغیب دیگا اس کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔اس وقت اہل علم اور خواص بھی اس سنت سے غافل ہیں۔

حضرت مولانا محمد نذیر صاحب نے اس کے ساتھ ساتھ (۱) ٹوپی اور عمامہ پر مسح (۲) موزوں اور جرابوں پر مسح (۳) جمع بین الصلاتین کے فقہی مسائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ان مسائل میں فقہاء کے اختلاف کو بڑے عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔علمی اور فقہی اختلاف کو اختلافی حد تک ہی رکھا ہے۔اس میں کسی کو بھی ضلالت و کفر کا متبع قرار نہیں اور واضح فرمایا کہ اختلافِ رائے کی ہر طرح گنجائش ہے اور یہی حسن ہے، مفتی صاحب نے کوئی بھی دلیل حوالہ کے بغیر نقل نہیں کی۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ یہ رسالہ اہل علم مسلمانوں کے لئے نافع اور حضرت مفتی صاحب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

فقط

مفتی محمد نعیم

مدیر و شیخ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

تقریظ

حضرت مولانا نصیب الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ، سابق اُستاذ الحدیث ادارہ تعلیم الاسلام

(برطانیہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی اُمر عباده بالتفقه فی الدین ، لیکون أداؤهم علی وفق شرعه المبین ، وذم الاعراض عن الحق تعلُّما و عملاً ، ووصف أربابه بأنهم کالا نعام أو أضل سبیلاً ، و صلی الله علی نبینا محمدٍ القائل : من یر دالله به خیرًا یفقهه فی الدین و علی اله واصحابه العلماء العاملین و الهداة المهتدین وسلم وتسلیما کثیرًا امابعد.

امت میں فروعی مسائل میں ''اجتہادی اختلاف'' نہ صرف ایک ناگزیر اور فطری چیز ہے بلکہ بمطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (اختلاف امتی رحمۃ) یہ امت کے لئے ایک رحمت ہے بشرطیکہ اس میں شدت کا نقطہ لگا کر اسے ''زحمت'' میں تبدیل نہ کرلیا جائے۔

آج کے دور میں جبکہ اسلام اور مسلمان خارجی و داخلی ہر اعتبار سے فتنوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور ان کی اجتماعی قوت وطاقت کو منتشر کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے جارہے ہیں حتیٰ کہ قرآن وسنت اور دین واسلام کے نام پر اہل اسلام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔

ان سازشوں میں سے ایک بڑی سازش وہ بہت سے مسائل جو علمی اعتبار سے ہر دور میں

اختلافی رہے ہیں اور حضرات آئمہ مجتہدین کی آراء ان میں مختلف ہیں اور ہر زمانے میں ان کے متبعین اپنے اپنے امام کی رائے کو علمی انداز میں مدلل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر ان کو کوششوں میں کہیں بھی اور کبھی بھی مخالف امام یا ان کے متبعین کی تضلیل یا تحقیر کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا کچھ عرصہ سے نہ صرف یہ کہ ان مسائل کو نزاعی بلکہ آئمہ مجتہدین کے تحقیر و تفسیق کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔ اور اس میں سب سے پیش پیش وہ گروہ ہے جو اپنے آپ کو عامل بالحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریقے پر چلنے والا اور دیگر تمام مسلمانوں کو جو آئمہ ھدیٰ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے فہم قرآن و حدیث اور تفقہ اور تدین پر اعتماد کر کے ان کی کتاب و سنت سے متعلق علمی و فقہی تشریحات کو درست مانتے اور اسلامی احکام و مسائل میں ان کی روشنی میں عمل کرتے ہیں کو مخالف حدیث اور گمراہ بتاتے ہیں۔ اور اپنی تقریروں و تحریروں کے ذریعہ امت کے سواد اعظم کی تفسیق و تضلیل میں اس طرح سرگرم عمل ہیں گویا ان کے نزدیک دین کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔

جبکہ ان کی ان تفریق انگیز و شر انگیز سرگرمیوں سے نہ صرف یہ کہ ملت کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے بلکہ عام دیندار مسلم طبقہ تساہل پسندی کے ساتھ ساتھ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر علماء امت و سلف صالحین کی جانب سے سوئے ظن میں گرفتار ہو رہا ہے۔

اس لیے عام مسلمانوں کو اس گروہ کے غلط پروپیگنڈوں کے برے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس طرح کے اختلافی مسائل کی نشاندہی کر کے ان کی پوری حقیقت کو پورے انصاف اور تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تا کہ وہ ہر طرح کی بدگمانی سے محفوظ رہیں۔

اسی جذبہ کے تحت استاد حدیث جامعۃ العلم والھدیٰ برادرِ محترم جناب مولانا مفتی محمد نذیر صاحب بٹگرامی دامت برکاتہم العالیہ نے ان بہت سے مسائل میں سے تین مسائل جن کا آج کل بہت چرچا کیا جا رہا ہے عمامہ پر مسح، جرابوں پر مسح اور خصوصاً جمع بین الصلاتین سفر اور حضر میں کو منتخب

فرما کر اس پر زیرِ نظر رسالہ تالیف فرمایا ہے۔

بندہ نے اس رسالے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے فاضل مؤلف نے پورے رسالے میں اس بات کا خاص اہتمام والتزام فرمایا ہے کہ کوئی بات بے سند نہ ہو اور جو کچھ بھی تحریر کیا جائے علمی انداز میں حق وانصاف اور اعتدال وتوسط کی حدود میں رہتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے اس اسلوب میں پورے طور پر کامیاب رہے ہیں اور یہی اہل حق و ارباب علم کا شیوہ ہے کہ فریقِ مخالف پر طعن وتشنیع اور بے جا تعریض کے بجائے اپنے موقف کو دلائل وبراہین کی قوت سے ثابت کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مفتی صاحب کی اس مخلصانہ محنت کو اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائے اور اسے انکے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے راہ ہدایت اور سبب نجات بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

کتبہ

احقر العباد نصیب الرحمٰن علوی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی پاکستان

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين الذى جعل العلماء ورثة الانبياء والمرسلين وأمزاهل الاسلام باتباع العلماء الربانيين فقال وهو اصدق القائلين فاسئلوا أهل الذكر اِن كنتم لاتعلمون

ثم الصلوٰة والسلام والبركات على سيدالانبياء والمرسلين إلى يوم الدين وعلى آلهٖ واصحابهٖ اجمعين وعلى تابعيهم ومن هذا حذوهم إلى يوم الدين

اما بعد

عصر حاضر میں اہل اسلام اور اسلام کو جن خارجی اور داخلی فتنوں کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے، ان میں سے ایک فتنہ تجدد پسندی اور کتاب وسنت کے عزائم کو ترک کر کے معمولی بہانوں کو تلاش کر کے رخصتوں پر عمل کرنے کا فتنہ ہے۔

اور اس فتنہ میں جس طرح برصغیر کے کئی لوگ مبتلاء ہیں، اسی طرح ان عرب ممالک کے بھی بہت سارے لوگ مبتلاء ہیں جو براعظم افریقہ میں شامل ہیں۔

ان فتنوں میں سے یہ تین مسائل بھی ہیں کہ سر کے مسح کے بجائے ٹوپی یا عمامہ پر مسح کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے اور اسی طرح بغیر کسی معقول شرعی عذر کے دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کر کے ادا کر لیا جاتا ہے۔

اس رسالہ میں بندہ نے اپنی تین مسائل پر تفصیلی گفتگو کی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ موافقین اور مخالفین کے دلائل کو پوری دیانت داری کے ساتھ نقل کر کے ان پر حکمانہ اور منصفانہ بحث کی جائے۔ کسی کی تحقیر یا سب وشتم سے دل ودماغ اور قلم وقرطاس کو بچایا جائے۔

بندہ......اپنی اس محنت اور کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے یہ فیصلہ قارئین کریں گے۔

البتہ بندہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب مشتاق (جو کہ اب رحمۃ اللہ علیہ بن چکے ہیں) حضرت مولانا نصیب الرحمٰن علوی صاحب مدظلہ، حضرت مفتی سراج احمد صاحب مدظلہٗ کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ جنہوں نے اس پورے مسودے پر نظر ثانی فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے بندہ کو نوازا۔

اسی طرح ان حضرات علماء کرام اور ان دیگر اکابر علماء کرام کا بھی بندہ تہہ دل سے مشکور ہے، جن کی حوصلہ افزائیاں توجہات اور ادعیہ صالحہ بندہ کی ہمت بڑھاتی رہی۔

نیز بندہ جامعۃ العلم والہدیٰ اور اس کے ارباب انتظام کا بھی بہت مشکور ہے کہ جن کے کتب خانہ سے استفادہ کر کے بندہ یہ مضمون تیار کر سکا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام خیر اندیش مسلمانوں کو اپنے شایانِ شان بدلہ عطاء فرمائے، جن کی نیک تمناؤں، دُعاؤں اور مشوروں سے بندہ یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا سکا۔ اپنے مسلمان بھائیوں سے آئندہ بھی بندہ کو یہی حسن ظن ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی چیز قابل اصلاح نظر آجائے تو ضرور مطلع فرمائیں۔

اور اگر اس سے کسی کو فائدہ پہنچے تو دُعاؤں میں بندہ کو، بندہ کے اساتذہ و مشائخ کو، والدین کو اور اہل عیال کو ضرور یاد فرمائیں۔ واجرکم علی اللہ

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

بندہ محمد نذیر

مدرس جامعۃ العلم والہدیٰ یوکے

عمامہ کے متعلق ضروری مسائل وفضائل

عمامہ کی فضیلت:

عمامہ باندھنا سنت زوائدہ (مستحب اور مندوب) ہے چنانچہ عمدۃ القاری میں میں علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔

عن رجل من الانصار قال جاء رجل الی ابن عمر فقال یا اباعبدالرحمن العمامة سنة فقال نعم (عمدۃ القاری شرح البخاری ص۲۲ بحوالہ کتاب الجہاد لابن ابی عاصم)

ایک انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنا ثابت ہے۔ چنانچہ سنن اربعہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث مبارک مذکور ہے کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (اخرجہ النسائی واللفظ لہ عن جابر ص:۲۵۵، ج:۲، والترمذی ص:۳۰۴ ج:۲، ابوداؤد فی سننہ ص ۵۶۳ ج ۲، واخرجہ ابن ماجۃ فی سننہ عن ابن عمر ولفظہ للفظ جابر، ص:۲۵۶)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کے عمامہ مبارک کا شملہ دونوں شانوں کے بیچ میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ارباب سنن نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ:

حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا اور اس کے دونوں کنارے آپ صلی اللہ علیہ وسل کے دونوں شانوں کے درمیان تھے۔ (اخرجہ ابوداؤد اللفظ لہ ص:۵۶۳ ج ۲، والنسائی ص ۲۵۵، ج ۲، وابن ماجۃ فی سننہ ص ۲۵۶ واخرجہ، الترمذی سننہ عن ابن عمر، ص ۳۰۴، ج ۲)

عمامہ کی مقدار:

البتہ عمامہ کی مقدار کی تعیین کسی مستند روایت یا کتب سیر میں سے کسی مستند کتاب میں موجود نہیں ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے خصائل نبوی (خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی للشیخ زکریا الکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۸۸)

البتہ لباس کے متعلق عمومی اصول کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عمامہ بہت زیادہ بڑا بھی نہ ہو جو موجب اسراف بنے اور بہت زیادہ چھوٹا بھی نہ ہو جو سنت کے مطابق عمامہ باندھنے سے مانع ہو جائے بلکہ درمیانے درجہ کا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

مسح عمامے کا مسئلہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق صرف عمامے پر مسح کرنے سے سر کے مسح کی فرضیت ادا نہیں ہوتی بلکہ سر کا مسح ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

سر کے مسح کی دلیل قرآن مجید سے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو دھولو اپنے چہروں کو اور بازوؤں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور دھولو اپنے پیروں کو ٹخنوں تک''

(المائدہ آیت نمبر ٦)

سر کے مسح کے دلائل احادیث مبارکہ سے

(۱)......حضرت عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (کہ انہوں نے یعنی انکے والد نے فرمایا) کہ میں عمرو بن الحسن کے پاس حاضر تھا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں، پس انہوں نے انکے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی طرح) کا وضو کیا۔ پس انہوں نے ایک پانی (سے بھرا ہوا) برتن منگوایا اور اس برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھو لیئے، پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین تین مرتبہ (پانی) چلو میں لیکر کلی کی اور ناک صاف کی پھر ہاتھ ڈال کر (پانی لیکر) تین مرتبہ پانا چہرہ دھویا، پھر ہاتھ ڈال کر اپنے دونوں بازو کہنیوں تک دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر اپنے سر کا مسح کیا، پس اپنے ہاتھوں کو آگے کیطرف لے گئے اور پیچھے کی طرف لے آئے اور پھر ٹخنوں تک اپنے پیر دھو لیے۔ (صحیح بخاری ص ۳۱، ج ۱)

(۲)......حضرت نعیم بن عبداللہ مجمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا پس انہوں اچھی طرح چہرہ دھویا، پھر انہوں داہنا بازو دھویا یہاں تک کہ کہنی سے (بھی اوپر) باہ تک پہنچ گئے پھر بایاں بازو دھویا یہاں تک کہ باہ تک پہنچ گئے پھر سر کا مسح کیا اور پھر داہناں پیر دھویا یہاں تک کہ پنڈلی تک پہنچ گئے اور پھر بایاں پیر دھویا یہاں تک کہ پنڈلی تک پہنچ گئے اور پھر فرمایا کہ میں نے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۱۲٦ ج ۱،)

(۳)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطری عمامہ باندھا ہوا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک عمامے کے نیچے داخل کر کے سر کے اگلے حصے مسح فرمایا اور عمامے کو سر سے نہیں اتارا۔ (سنن ابی داؤد ص ۱۹، ۲۰)

(۴)...... حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا وہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اگلے اور پچھلے حصہ کا مسح فرمایا۔ (جامع ترمذی ص ۱۵۔۱۶ ج ۱)

(۵)...... حضرت ابوحیہ جو کہ قیس کے صاحبزادے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا پس آپ نے اچھی طرح دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک کو صاف کیا اور تین دفعہ چہرہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا اور پھر اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوئے اور پھر کھڑے ہو کر وضو سے بچا ہوا پانی لیا اور اس کو پیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے چاہا کہ تم کو دکھادوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے۔ (سنن نسائی ص ۲۸ ج ۱)

(۶)...... حضرت عبداللہ ضابحی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی وضو کرے اور وہ کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، تو اس کے منہ اور ناک سے اس کی خطائیں نکلتی ہیں (یعنی معاف ہوتی ہیں) اور جب اپنا چہرہ دھولے تو اسکے چہرے سے اسکی خطائیں نکلتی ہیں یہاں تک کہ اس کی پلکوں کی جڑوں سے بھی نکلتی ہیں۔ اور جب وہ بازو دھولے تو اس کی خطائیں اس کے بازؤں سے نکلتی ہیں۔ اور جب وہ سر کا مسح کرلے، تو اس کے سر سے اسکی خطائیں نکلتی ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے کانوں سے اور جب وہ اپنے پیر دھولے تو اس کے پیروں سے اسکی خطائیں نکلتی ہیں یہاں تک کہ اس کے پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے نکلتی ہیں اور پھر اسکی نماز اور مسجد کی طرف جانا دونوں نفل ہوتے ہیں (یعنی رفع درجات کا ذریعہ بنتے ہیں)۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۵، وکذا اخرجہ الحاکم فی المستدرک ص ۲۲۰ ج ۱)

(۷)...... حضرت حمران بن ابان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کو وضو کرتے ہوئے دیکھا پس آپ نے تین دفعہ اپنے ہاتھوں پر پانی ڈال کران کو دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا پھر کہنی تک اپنا داہنا بازو تین مرتبہ دھویا، پھر کہنی تک اپنا بایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا دایاں پیر ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا پھر بایاں پیر اسی طرح دھویا اور پھر فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو فرمایا۔ (کتاب المنتقی لابن جارود ص ۲۶، وکذا اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ص ۱۹۹، ج ۲)

(۸)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (وضو میں) سر کا مسح ایک دفعہ فرماتے تھے ۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۷، ج ۱)

(۹)...... حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو دکھاؤں پس آپ نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی تھا (پھر باقی حدیث اسی طرح ذکر کی جو کہ پیچھے گزری) اور اس میں یہ ہے کہ پھر انہوں نے پانی ایک چلو میں لیا اور ہاتھ کو جھاڑ کر اس سے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۹۶، ج ۱)

(۱۰)...... حضرت ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے سر سے عمامہ نیچے اتار کر سر کا مسح کرتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۳)

فائدہ نمبر ۱: ان تمام آیات و روایات میں سر کے مسح کا ذکر لفظ رأس کے ساتھ ہے جو سر کو کیا جاتا ہے اور جو اس بات کی دلیل ہے کہ مسح سر کا ہی ہوتا ہے نہ کہ عمامہ کا ورنہ پھر رأس کا لفظ مذکور نہ ہوتا۔

فائدہ: بطور نمونہ کے ہم نے یہ دس احادیث مبارکہ نقل کر دیں۔ ورنہ سر کا مسح قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ جبکہ بعض دیگر حضرات عمامے پر مسح کو بھی کافی اور جائز سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ اختلاف جواز و عدم جواز میں ہے ورنہ مسح رأس کی

افضلیت کا منکر کوئی بھی نہیں ہے اور اپنے استدلال میں درجہ ذیل احادیث کو پیش کرتے ہیں۔

(۱)...... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا پس انکو سردی لگی، پس جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ تم عماموں اور موزوں پر مسح کرو۔ (سنن ابی داؤد ص ۱۹، ج ۱)

(۲)...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر (عمامے) اور موزوں پر مسح کرے ہوئے دیکھا۔ (سنن نسائی ص ۲۹، ج ۱)

۳...... حضرت ابو مسلم جو کہ حضرت زید بن صوحان کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک آدمی کو وضو کیلئے موزے اتارتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس (آدمی) سے فرمایا کہ اپنے موزوں پر مسح کرو اور عمامے پر اور ماتھے پر مسح کرو۔ اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں اور عمامے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۴۱)

(۴)...... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پس آپ نے موزوں اور عمامے پر مسح فرمایا۔ (سنن ترمذی ص ۲۹، ج ۱)

ان احادیث اور ان کے ہم مثل دوسری احادیث کیوجہ سے حضرت امام احمد اور امام اوزاعی وغیرہ مسح علی العمامہ کے جواز کے قائل ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا مگر حنفیہ، مالکیہ، شوافعیہ اور جمہور کے نزدیک مسح علی العمامہ جائز نہیں ہے۔

عمامہ کے مسح کے عدم جواز کے دلائل:

تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں انکے علاوہ درجہ ذیل روایات و آثار میں اس بات کی پوری صراحت ہے کہ آپ ﷺ اور جمہور سلف کا معمول مسح سر کا رہا ہے نہ کہ مسح عمامہ کا۔

(۱)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عمامے پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہاں تک کہ سر کے بالوں کو نہ چھولے۔(موطا امام مالک ۲۳)

اور امام مالک رحمہ اللہ کی بلاغیات احادیث متصلہ ہیں سوائے چار کے اور یہ حدیث ان چار میں سے نہیں ہے انکی تفصیل کیلئے دیکھئے مقدمہ مصفیٰ شرح موطا للشاہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، موطا امام مالک ص ۷۹۲، ۹۳۔

(۲)......حضرت عروۃ بن الزبیر سے انکے بیٹے ہشام روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے سر سے عمامہ اتار کر سر پر مسح فرماتے تھے۔(موطا امام مالک ص ۲۳)

(۳)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی چوٹی پر اور عمامہ پر مسح فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا ۔(سنن نسائی ص ۳۰)

(۴)......حضرت ابوعبیدۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسح علی الخفین کے (جواز کے) بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بچے یہ سنت ہے۔اور میں نے ان سے مسح علی العمامہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بالوں کو چھولے۔(سنن ترمذی ص ۲۹ ج ۱)

(۵)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا، اور آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا پس آپ نے اسکے نیچے سے ہاتھ مبارک داخل کرکے ناصیہ (چوٹی) کا مسح فرمایا، اور عمامے کو نیچے نہیں اتارا ۔(سنن ابی داؤد، وللفظ لہ ۱۹، ۲۰، ج ۱، سنن ابن ماجۃ ص ۴۱)

نیز یہ حدیث پہلے بھی گزری ہے:

(۶)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سر کا مسح فرماتے تھے تو ٹوپی اوپر کرکے سر

کے اگلے حصے کا مسح فرماتے تھے۔ معرفۃ السنن والاثار للبیہقی ص۱۶۱، ج۱)

(۷)......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الصواق میں داخل ہو گئے ہیں آپ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) تھے پھر وہ دونوں نکلے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پس اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ (مستدرک حاکم ص۲۵۲، ج۱)

(۸)......حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامے پر مسح فرماتے تھے اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک سر کے اگلے حصے پر رکھتے تھے اور پھر اپنے ہاتھ کو عمامے پر پھیر دیتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۱۸۹، ج۱)

(۹)......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صفیہ بنت عبیدہ رضی اللہ عنہا کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سر سے چادر اتار کر پھر سر کا مسح فرماتی تھیں۔ (موطا امام محمد ص ۷۱)

فائدہ: نمونے کے طور پر ہم نے ان چند حدیثوں پر اکتفاء کیا ہے ورنہ اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں جن سے صرف عمامے پر مسح کرنے کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے عمامے کے مسح کے پر عدم جواز کے قول کی وجوہات ترجیح:

ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ مع اصحاب کے اور امام مالک اور مام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عمامے پر مسح کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر جائز نہیں سمجھتے۔

۱......یہ احادیث قرآن کے مخالف ہیں اس لیے کہ قرآن مجید میں مسح رأس کا ذکر ہے اور عمامے پر مسح کرنے کو سر کا مسح نہیں کہا جا سکتا۔

۲......حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں لکھا ہے کہ "بلغنا ان المسح علی

العمامة كان فترک "(موطا امام محمد ص ۷۱) ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ عمامے پر مسح پہلے جائز تھا پھر اس کو ترک کر دیا گیا۔

اس عبارت کے ذیل میں مولانا عبدالحئی لکھنوی التعلیق الممحد میں فرماتے ہیں ذکر وا ان بلاغات محمد مسندة (بحوالہ سابقہ) علماء نے لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی بلاغات مسند ہوتی ہیں۔لہٰذا اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

۳...... یہ روایات ان روایات کے مخالف ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف عمامے پر مسح کرنے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے کچھ حصے پر بھی مسح فرمایا۔پس اگر صرف عمامے پر مسح جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں تھی ۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف عمامے کے مسح پر اکتفاء نہ فرمانا اس پر اکتفاء کے عدم جواز کی دلیل ہے۔

۴......مسح علی العمامہ کے جواز کی احادیث تقریباً چار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے مروی ہیں:

ان روایات پر تفصیلی کلام:

(۱)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انکی روایات مختلف ہیں۔بعض میں صرف عمامے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم پیچھے سنن ترمذی کی روایت ذکر کر چکے ہیں اور بعض میں عمامے اور ناصیہ (سر) دونوں کا ذکر ہے۔اور صحیح مسلم میں زیادہ تر یہی روایات ہیں اور بعض میں صرف مسح علی الراس کا ذکر ہے اور یہ روایت بھی صحیح مسلم میں موجود ہے اور صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے جس میں صرف عمامے پر مسح کا ذکر ہو تفصیل کیلئے دیکھئے (صحیح مسلم ص ۱۳۴ ج۱)

لہٰذا ان کی بیان کردہ وہ روایات جن میں صرف عمامے پر مسح کا ذکر ہے۔ان کے بارے میں یہ بات یقینی طور پر متعین ہو جاتی ہے کہ وہ مختصر ہیں اور جن روایات میں مسح علی العمامہ اور مسح علی الرأس دونوں کا ذکر ہے وہ تفصیلی ہیں۔لہٰذا مختصر روایات کو تفصیلی روایات پر محمول کیا جائیگا۔

دوسرے صحابی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انکی بیان کردہ روایت بھی ہم پیچھے سنن نسائی کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں، ان کی بیان کردہ حدیث دو تابعین سے مروی ہے (ا)

حضرت ابو قلابہ انکے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

واما حدیث بلال عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسح علی العمامۃ فقد ضعفہ الشافعی فی روایۃ حرملۃ بانہ من حدیث ابی قلابۃ وابو قلابۃ لم یر بلالاً قط

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ ابو قلابہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کبھی بھی نہیں دیکھا (لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے) (معرفۃ السنن والاثار للبیہقی ج ا)

اور دوسرے راوی حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ہیں اور انکے طریق سے بیان کردہ حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔ چنانچہ ایک طریق میں

عن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ عن کعب بن عجرۃ عن بلال، ہے (بحوالہ سابقہ)

اس سند میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، اور ایک سند میں اس طرح ہے:

عن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب عن بلال قال (ایضا بحوالہ سابقہ)

اس سند میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے

اور بعض طرق میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے براہ راست حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حالانکہ ان ابن ابی لیلیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی بھی نہیں دیکھا اس لیے کہ ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام میں تھے۔ لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ سند درجہ ذیل ہے دیکھیے:

شعبة قال حدثنا الحكم قال سمعت ابن ابی لیلیٰ یحدث ان بلالاً قال كان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین والخمار

(یہ پوری بحث معرفۃ السنن والاثار ص ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ج ا سے ماخوذ ہے)

لہٰذا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اضطراب سند بھی ہے جس کے

چند نمونے یہ مذکور ہوئے۔ اور اضطراب متن بھی ہے کہ بعض روایات میں فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر مسح علی العمامہ کو ذکر کیا ہے۔

اور بعض میں قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مسح علی العمامہ کا حکم فرمایا

اور بعض روایات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے طور پر نقل فرمایا ہے۔

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے اعلاء السنن (اعلاء السنن ص ۴۸، ۴۹، ۱۵۰ شیخ الاسلام ظفر احمد العثمانی رحمہ اللہ)

لہٰذا اس کثرتِ اضطراب کی بناء پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت قابل حجت نہیں رہی۔

حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ:

مسح علی العمامہ کے جواز کے تیسرے راوی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنکی روایت پیچھے سنن ابی داؤد کے حوالے سے گزر گئی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز مسح علی العمامہ کے بارے میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ ایک وہ حدیث جو پہلے سنن ابی داؤد کے حوالے سے گزر گئی ہے۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا، پس انکو سردی لگی، پس جب وہ لوٹے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ عصائب اور تساخین (موزوں) پر مسح کرو۔

اس حدیث سے قائلین جواز کا استدلال اس لیے درست نہیں ہے کہ اس میں لفظ عصائب کا ذکر ہے۔ اور عصائب عصابۃ کی جمع ہے۔ جس کا اطلاق عمامے پر بھی ہوتا ہے اور جبیرہ (زخم پر بندھی ہوئی پٹی) پر بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ معجم طبرانی میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارک میں غزوۂ احد کے

واقعہ کے بارے میں حدیث موجود ہے۔جس میں وہ فرماتے ہیں

" رأیت النبی صلی الله علیه وسلم اذا توضأحل عن عصابته و مسح علیها بالوضوء

(میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو اپنے جبیرہ کو ہٹا کر وضوء میں وہاں (زخم) پر مسح فرماتے تھے۔

لہٰذا یہ روایت مسح علی العمامہ کے بارے میں صریح نہیں ہے، اس لیے یہ قابل احتجاج نہیں ہے اسکی پوری تفصیل کیلئے دیکھئے (اعلاء السنن ص ۴۷، ۴۸، ج۱) اور (نصب الرایۃ للزیلعی ص ۲۴۶، ج۱)

اور دوسری روایت وہ ہے جو کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ابوسلام الاسود سے روایت کی ہے۔

" عن ابی سلام الاسود عن ثوبان انه قال ر أیت رسول الله صلی الله علیه وسلم توضاء ومسح علی الخفن و علی الخمار ثم العمامة . (مسند الامام احمد، ص ۳۳۱، ج۵)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو فرمایا اور موزوں پر اور کپڑے (چادر) اور عمامے پر مسح فرمایا۔

مگر یہ حدیث منقطع ہونے کیوجہ سے ضعیف ہے اس لیے کہ یحیٰی بن معین علی ابن المدینی اور امام احمد جیسے ائمہ فرماتے ہیں ابوسلام کا سماع حضرت ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔کذا فی اعلاء السنن بحوالۃ التہذیب (اعلاء السنن ص ۵۶، ۵۷، بحوالہ التہذیب ص ۲۹۶، ج ۱۰)

لہٰذا حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت شدہ دونوں احادیث مرجوح ہیں۔

(۴) حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه

مسح علی العمامہ کے جواز کے چوتھے راوی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنکی

روایت ہم پیچھے سنن ابی ماجہ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اس کے علاوہ یہ روایت مسند احمد میں بھی موجود ہے جو ان الفاظ سے مروی ہے۔

”عن ابی مسلم مولیٰ زید بن صوحا ن العبدی قال کنت مع سلمان الفارسی فرأی رجلا قد احدث و هو یرید ان ینزع خفیه للوضوء فامره سلمان ان یمسح علیٰ خفیه و علیٰ خماره و قال سلمان رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم مسح علی خفیه وعلی خماره“ (مسند الامام احمد ص ۵۱۳، ج ۵)

زید بن صوحان العبدی کے مولیٰ ابو مسلم روایت فرماتے ہیں کہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جس کا وضو ٹوٹ چکا ہیا اور وہ وضو کیلئے موزے نکالنا چاہتا ہے تو اسکو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ موزوں اور عمامے اور سر کی چوٹی پر مسح کرے اور فرمایا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں اور کپڑے (عمامے) پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مگر یہ حدیث بھی قائلین جواز کیلئے دو وجہ سے قابل حجت نہیں ہے

(۱) ایک تو یہ کہ ان میں دو راوی ہیں ابوشریح اور ابو مسلم مولیٰ زید بن صوحان اور یہ دونوں متکلم فیہ راوی ہیں انکی توثیق بھی کی گئی ہے۔ اور ان پر جرح بھی کی گئی ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے اعلاء السنن۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ روایت کے ظاہر الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صرف عمامے کے مسح کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ سر پر مسح کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے، اس لیے اس آدمی کو انہوں نے یہ فرمایا و علی عمامته ویمسح بنا صیته یعنی عمامے کے ساتھ ناصیہ (سر کی چوٹی) پر بھی مسح کا حکم فرمایا۔

جو قرینہ ہے اس بات کا کہ جو روایت انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی نقل فرمائی ہے وہ مختصر ہے ورنہ وہ اس آدمی کو ناصیہ کے مسح کا حکم نہ دیتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمامے پر مسح کے جواز کی جتنی روایات مروی ہیں......

(۱)......یا تو وہ مجمل اور مختصر ہیں اور ان کے دوسرے طرق میں مسح رأس یا مسح علی الناصیہ کا ذکر موجود ہے، جیسے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

(۲)......یا وہ متن اور سند کے لحاظ سے مضطرب ہیں جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

(۳)......یا وہ مجروح ہیں جیسے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روایت ہے۔

(۴)......اور یا ان کے عمل اور روایت میں تعارض ہے جو کہ روایت کے مختصر ہونے یا منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

☆☆☆☆☆

خفین (موزوں) پر مسح کرنے کے بعض اہم مسائل

(۱)......موزوں پر مسح کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ جسکی تفصیل امام زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الدرایۃ میں لکھی ہے (نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایۃ للزیلعی من من ص ۱۶۸ ج ۱ الی ۱۸۲ والدرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ علی هامس الهدایۃ ص ۴۰، ۴۱، ۴۲، ج، اولین)

(۲)......ائمہ ثلاثہ یعنی احناف، شوافع اور حنابلہ کے مذہب کے مطابق مقیم (جو مسافر نہ ہو) ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرسکتا ہے جبکہ اس نے موزے حالت طہارت (وضو) میں پہنے ہوں، اور مسافر تین دن اور تین رات موزوں پر مسح کرسکتا ہے جبکہ اس نے وضو کی حالت میں موزے پہنے ہوں۔

اور مالکیہ کے نزدیک موزوں کا مسح کسی خاص مدت کے ساتھ مقید نہیں ہے لہذا کسی موجب

غسل کے بغیر موزوں کا نکالنا انکے نزدیک ضرور نہیں ہے اور غسل جمعہ کے لیے ان کے نزدیک خفین مندوب (مستحب) ہے۔

والادلته فی المطولات۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص۱۳۳، ج۱)

جرابوں پر مسح کے جواز اور شرائط کی بحث:

البتہ جرابوں پر مسح کرنے میں اختلاف ہے بعض نے اسکو مطلقاً منع لکھا ہے بعض نے مشروط اجازت دی ہے اور بعض نے مطلقاً اجازت دی ہے، جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ائمہ اربعہ اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی مشروط اجازت ہے۔

اور امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کے نزدیک ہر قسم کے جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ ان سب کے مذاہب کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔

احناف: صاحبین کے نزدیک ایسے جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے جو کہ ثخینین (موٹے کپڑے کے بنے ہوئے) ہوں۔ اس طرح کے اس سے پانی باہر نہ چھنتا ہو۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر جراب مجلد ہوں (یعنی انکے اوپر والے حصہ پر چمڑا لگا ہوا ہو) یا منعل ہوں (یعنی انکے نیچے چمڑا لگا ہو) تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمالیا تھا۔ لہٰذا اب احناف کا عمومی مسلک وہی ہے جو صاحبین کا تھا اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (نصب الرایہ ص۲۴۳، ۲۴۴، ج۱ فتح القدیر لابن الھمام ص: ۱۵۸، ۱۵۹، ج۱)

(۲)...... مالکیہ: حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول قدیم میں اگر جراب اوپر اور نیچے سے چمڑے سے سیئے گئے ہوں، تو انکے نزدیک اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر اس میں چمڑا لگا ہوا نہ ہو، تو پھر اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔

پھر انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا اور مطلقاً جرابوں پر مسح کرنے کو ناجائز قرار دیا۔

لیکن المدونۃ الکبری کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکہ کے نزدیک فتوی حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول قدیم پر ہے۔ یعنی اگر وہ جرابے مجلد اور منعل ہوں تو اس پر مسح جائز ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (المدونۃ الکبریٰ، ص۱۴۳، ج۱)

(۳)......شوافع: امام مزنی رحمہ اللہ نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے ان کا مذہب یہ نقل فرمایا ہے کہ جرابے اگر نیچے سے ٹخنوں تک مجلد ہوں، تو ان پر مسح کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے تفصیل کیلئے دیکھئے (مختصر المزنی علی الام، ص۱۳)

(۴)......حنابلہ: حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر جرابے تنگ ہوں اور پیروں میں اپنی طاقت سے قائم ہوں اور جس طرح موزے نہیں مڑتے اس طرح وہ بھی نہ مڑیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے ورنہ نہیں تفصیل کیلئے دیکھیئے (المغنی لابن قدامہ ص۳۰۰، ج۱)

(۵)......امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ: حضرت امام ابن حزم ظاہری کی عبارت سے بظاہر یہ راجح معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک مطلقاً جرابوں پر مسح کرنا بغیر کسی شرط کے جائز ہے۔ جس طرح کہ موزوں پر مسح کرنا سارے اہل سنت کے نزدیک جائز ہے اس کی تفصیل کیلئے دیکھئے (المحلی لابن حزم، ص۸۰، ۸۱، ج۲)

قائلین جواز مسح علی الجوربین کے دلائل:

۱......"حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا"۔

(اخرجہ ابن ماجۃ فی سننہ واللفظ لہ ص۴۲، اخرجہ الترمذی فی جامعہ ص۲۹، ج۱، ثم قال بعد تخریج ہذا الحدیث قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح وھو قول غیر واحد من اھل العلم وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق قالو یمسح علی الجوربن وان لم یکونا نعلین اذا کانا ثخینین، انتھی، واخرجہ ابوداؤد فی سننہ ص۲۱، ج۱، وقال بعد تخریج ھذا الحدیث قال ابوداؤد کان عبد الرحمن بن مہدی لایحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین

وروی ھذا ایضاً عن ابی موسیٰ الاشعری من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابوامامہ و سھل بن سعد وعمرو بن حریث وروی ذٰلک عن عمر بن الخطاب وابن عباس، سنن ابی داؤد، ص ۲۱،۲۲،ج ۱)

۲...... ''حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا''۔ (اخرجہ الصحاوی فی شرح معانی الاثار واللفظ لہ ص ۷۱، ج ۱، والبیہقی فی السنن الکبریٰ ۲۸۵، ج ۱)

۳...... ''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حضرت انس بن مالک رضی عنہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ جرابوں پر مسح فرماتے تھے تو فرمایا کہ ہاں موزوں کی طرح ان پر مسح فرماتے تھے۔'' (اخرجہ عبدالرزاق المصنف واللفظ لہ ص ۲۰۰، ج ۱، والبیہقی فی السنن الکبری ۲۸۵ ج ۱، وابن حزم فی المحلی ص ۸۵، ج ۲)

۴...... ''حضرت کعب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے قضائے حاجت کی اور اپنی جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا''۔

(اخرجہ ابن حزم فی المحلی واللفظ لہ ص ۸۴، ج ۲، والبیہقی فی السنن الکبری ص ۲۸۵، ج ۱، و عبدالرزاق فی المصنف ص ۲۰۱، ج ۱)

۵...... ''حضرت خالد بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جرابوں اور نعلین پر مسح فرماتے تھے''۔ (اخرجہ البیہقی فی السنن الکبریٰ واللفظ لہ ص ۲۸۵، ج ۱، وعبدالرزاق فی المصنف ص ۲۰۰، ج ۱، وابن حزم فی المحلی ص ۱۴، ج ۲)

۶...... ''حضرت یحییٰ البکاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ جرابوں پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی طرح ہے۔'' (ابن حزم فی المحلی ص ۸۶، ج ۲، وعبدالرزاق فی المصنف ص ۲۰۱، ج ۱)

۷...... ''حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ موزوں پر بھی مسح فرماتے تھے اور جرابوں پر بھی مسح فرماتے تھے''۔ (عبدالرزاق فی المصنف ص ۲۰۰، ۲۰۱، ج۱)

۸...... ''حضرت اسماعیل بن رجاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے قضائے حاجت فرمائی اور پھر جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا۔'' (البیہقی فی السنن الکبریٰ ص ۲۸۵، ج۱)

۹...... ''حضرت خلاس بن عمرو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی الہ عنہ نے قضائے حاجت فرمائی جمعہ کے دن پھر وضو فرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا اور لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔'' (ابن حزم فی المحلی ص ۸۵، ج۲)

حاصل یہ ہے کہ مسح کے متعلق احادیث مبارکہ تین طرح کی ہیں:

(۱) اول وہ احادیث مبارکہ جن میں خفین (موزوں) پر مسح کا ذکر ہے۔ جس کے جواز کے بارے میں سارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

(۲) دوم وہ احادیث مبارکہ جن میں جرابوں اور نعلین دونوں پر مسح کا ذکر ہے۔ اس طرح کی احادیث مبارکہ کے بارے میں صاحب اعلاء السنن کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

صاحب اعلاء السنن کی تحقیق :

(۱) انکی پہلی توجیہ یہ ہے کہ اصلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح فرمایا اور یقیناً اکمال کی نیت سے نعلین پر دست مبارک پھیرا۔

(۱) اور ہم نے سرے سے نعلین پر مسح کے جواز کا قول اس لیے اختیار نہیں کیا کہ ایک تو اسکی حاجت نہیں ہے اور دوسرے اس لیے کہ احادیث جواز مسح علی النعلین شہرت میں اس مقام تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔ جنکی وجہ سے غسل (پیروں کے دھونے) کو ترک کر دیا جائے جس کا (حکم) قرآن میں آیا ہے۔ اور جو ہم نے کیا حدیث اس کا انکار نہیں کرتی۔

(۲) یا یہ کہا جائے گا کہ یہ نفلی وضو کے بارے میں ہے اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس عنوان کے تحت روایت کیا ہے۔

باب ذكر الدليل على ان مسح النبى صلى الله عليه وسلم على النعلين كان فى وضوء تطوع لا من حدث .

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے پانی کو لوٹا منگوایا اور پھر ہلکا وضو فرمایا اور نعلین پر مسح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ طاہر (باوضو) آدمی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ایسا ہے جب تک کہ وہ محدث (بے وضو) نہ ہو۔

یہاں تک علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی تحقیق نقل کی گئی (اعلاء السنن ص ۳۴۸، ۳۴۹، ج ۱)

صاحب نصب الرایہ کی توجیہ:

نیز ان کے علاوہ اور توجیہات بھی پیش کی گئی ہیں جن میں سے ایک مزید توجیہ نصب الرایہ کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ایسا کام کر رہے ہیں کہ ہم نے آپ کے علاوہ کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے تو (پوچھنے والے) نے کہا کہ آپ سبتی (دباغت کی ہوئی کھال) کے جوتے پہنتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو پہنتے تھے۔ اور ان میں وضو فرمایا کرتے تھے اور ان پر مسح فرماتے تھے ۔(نصب الرایہ ص ۲۴۹ ج ۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ وہ ان جوتوں کے اندر پیروں کو دھوتے تھے اور بعد میں ان پر (تبعاً ہاتھ پھیر کر) مسح فرماتے تھے۔

اور امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ وہ وضو کرنے کے بعد ان جوتوں کو پہنتے تھے۔ (نصب الرایہ ص ۲۴۹، ج ۱)

فائدہ: یہاں تک نعلین کے بارے میں واردشدہ احادیث مبارکہ کی معقول توجیہات الحمدللہ بیان ہوگئیں۔

(۳) اور تیسری قسم کی وہ احادیث مبارکہ میں جن میں صرف جوربین پر مسح کا ذکر ہوا ہے۔ اوران شاءاللہ انکے بارے میں ہم تفصیل سے گفتگو کرینگے۔

ایسی احادیث مرفوع صرف دو ہیں جن میں جوربین پر مسح کا ذکر ہوا ہے۔ان میں سے ایک حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس کو ہم پیچھے سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی اور سنن ابی داوٗد کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

نیز اس حدیث کونقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن صحیح کہاہے اور یہ بھی ہم پیچھے تخریج میں نقل کر چکے ہیں۔

حدیث ابن مغیرہ کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے احوال:

اب ذرااس حدیث کے بارے میں مشہورائمہ جرح وتعدیل کی بحث بھی سماعت فرمائیے۔

تمہید: اگر چہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی جوربین ونعلین دونوں کا لفظ آیا ہے۔

(۱)......لیکن چونکہ احادیث مرفوعہ میں سے یہی حدیث قائلین جواز کی دلیل ہے جواس سے جرابوں پر مسح کا جواز ثابت کرتے ہیں۔

(۲)......اور چونکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کوروایت کرنے کے بعداس کے بارے میں فرمایاہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ان دووجوہات کی بناء ہم ان شاءاللہ اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال مستند کتب سے پیش کرینگے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد ائمہ کے اقوال اس کے بارے میں

نقل فرمائے ہیں انہی کے حوالے سے ان اقوال کو ملاحظہ فرمائیے۔

فن جرح و تعدیل کے مشہور امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر آپ ابوقیس کی حدیث ہزیل کے واسطہ (سند) سے مجھے سنا بھی دیں تو پھر بھی میں آپ سے اس کو قبول نہیں کرونگا۔ تو سفیان نے یہ فرمایا کہ وہ حدیث ضعیف ہے یا یہ فرمایا کہ واہ (یعنی گئی گزری) ہے۔ یا اس کے ہم مثل کوئی اور جملہ کہا۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادہ امام عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے والد کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کرنے سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ یہ منکر ہے۔

(۴) علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسح والی حدیث کو ان سے اہل مدینہ، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے روایت کیا ہے اور وہ حدیث ان سے ہزیل بن شرجیل نے ومسح علی الجوربین کے لفظ سے روایت کر کے تمام لوگوں (راویوں) کی مخالفت کی ہے۔

(۵) حضرت مفضل بن غسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزکریا (یعنی) یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سارے لوگ (راوی) اسکو علی الخفین کے لفظ سے روایت کرتے ہیں سوائے ابوقیس کے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۸۴، ج ۱)

نیز یہی کلام اس حدیث کے بارے میں امام زیلعی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے نصب الرایہ ص ۲۴۴، ج ۱)

یہ ائمہ جرحہ وتعدیل کا وہ کلام ہے جو اس حدیث کے بارے میں نقل کیا گیا ان میں سے ہر ایک امام تنہا امام ترمذی رحمہ اللہ سے اس فن کے بارے میں زیادہ قوی اور بہتر ہے اور خاص کر جبکہ ان سب کا کلام متفق ہو، تو پھر ہر امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین وتصحیح اسکو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس کو ہم پیچھے شرح معانی

الاثار للطحاوی اور السنن الکبری للبیہقی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

اس حدیث میں بھی جوربین اور نعلین دونوں لفظ موجود ہیں، مگر یہ بھی حسب سابق قائلین جواز کی دلیل ہے اس لیے اس پر بھی تفصیلی کلام پیش خدمت ہے۔

(۱) امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ لیکن وہ متصل بھی نہیں ہے اور قوی بھی نہیں ہے۔ جس کو ہم پہلے بھی تخریج میں نقل کر چکے ہیں۔ (سنن ابی داؤد ص ۲۱، ۲۲، ج ۱)

(۲) امام بیہقی احمد اللہ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے، جسکی تخریج ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں اور اس کو نقل کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں۔

(۱) کہ ضحاک بن عبدالرحمٰن کا سماع حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) اور یہ بھی فرمایا کہ یحییٰ بن تحسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن سنان ضعیف ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھیئے (سنن کبری، بیہقی ص ۲۸۵، ج ۱)

(۳) امام زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام عقیلی رحمہ اللہ نے کتاب الضفاء میں نقل فرمائی ہے اور اسکو حسین بن سنان کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ (لضب الرایہ ص ۲۴۵، ج ۱)

نیز امام زیلعی رحمہ اللہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی ایک حدیث امام طبرانی رحمہ اللہ کی معجم کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔

''حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں اور جرابوں پر مسح فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں اور جرابوں پر مسح فرماتے تھے۔''

اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد امام زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد اور ابن

ابی لیلیٰ کی نسبت اگر چہ صدق (سچ) کی طرف کی گئی ہے۔لیکن اس کے باوجود انکو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔(لصب الرایہ ص ۲۴۵،ج ۱)

ان احادیث کا حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ تینوں احادیث ضعیف ہیں ۔اور انکے ضعیف ہونے کی وجوہات اوپر گزر گئیں۔

صرف جوربین والے آثار کا جائزہ:

اب ان آثار صحابہ کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں جس میں صرف لفظ جوربین ہے اس لئے کہ نعلین وجوربین وغیرہ الفاظ کے ساتھ مروی احادیث وآثار کے بارے میں معقول توجیہات پیچھے گزر گئیں' ان میں سے سب سے زیادہ اظہر روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرابوں پر موزوں کی طرح مسح فرماتے تھے یہ روایت ہم مصنف عبدالرزاق السنن الکبریٰ اور المحلی لابن حزم کے حوالے سے پیچھے نقل کر چکے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں ہم نے صرف اس بات کو متعین کرنا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن جرابوں پر مسح فرماتے تھے، وہ کس قسم کی جرابیں تھیں،لہٰذا اسی سے جواب واضح ہو جائے گا۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت فرمایا ہے:

"حضرت راشد بن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ قضائے حاجت کیلئے گئے اور وہ جرابیں پہنے ہوئے تھے (اس طرح) کہ ان کا نچلا حصہ چمڑے کا تھا اور اوپر والا حصہ ریشم کا تھا۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۸۵،ج ۱)

لہٰذا اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوربین منعل تھے۔

نتیجہ :

لہٰذا مذکورہ کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے اور جتنی بھی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ ہیں۔

(۱) ان میں سے احادیث مرفوعہ کلام سے خالی نہیں اور بعض راویوں کی تضعیف کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر ان کی تعدیل کو ترجیح دی جائے تو تب بھی وہ درجہ حسن سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

(۲) اور آثار صحابہ میں سے بعض وہ ہیں کہ جن میں نعلین اور جوربین دونوں کا ذکر ہے اور بعض میں صرف نعلین کا ذکر ہے۔ اور ان آثار کی توجیہات بھی پیچھے گزر گئیں۔

(۳) اور ان میں سے بعض آثار وہ ہیں جن میں صرف لفظ جوربین ہے اور اس طرح کی صرف دو احادیث ہیں ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور اسکی توجیہ دوسری روایت کے ضمن میں پیچھے گزر گئی ہے۔

اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا کہ جرابوں پر مسح خفین پر مسح کی طرح ہے۔ اور یہ روایت ہم پیچھے المحلی اور مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اور یہ واحد روایت ہے بندہ کی جستجو کے باوجود کوئی جرح بندہ کی نظر سے نہیں گزری۔

محاکمہ :

لہٰذا اس ساری تفصیل کے آنے کے بعد ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ جوربین جب تک ثخینین (موٹے) نہ ہوں تو اس وقت ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

جوربین کے سخینین ہونے کی شرط کی وجوہات:

اس کی وجوہات ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلی وجہ خفین یا جوربین پر مسح کا حکم آیت قرانی کے خلاف ہے وہ اس لیے کہ قرآن میں پیروں کے دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ (المائدہ آیت نمبر ۶)

(۲) دوسری خفین (یعنی موزوں پر مسح کے جواز کی احادیث مبارکہ متواتر ہیں چنانچہ یہ احادیث تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہیں۔ جن کے ناموں کی مختصر تفصیل درجہ ذیل ہے۔ (۱) جریر بن عبداللہ ان کی حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ نے روایت

کی ہے۔(۲) مغیرہ بن شعبہ انکی حدیث صحاح ستہ وغیرہ میں ہے۔(۳) سعد بن ابی وقاص، صحیح بخاری اور سنن ابن ماجہ میں ہے(۴) عمرو بن امیہ، صحیح بخاری میں ہے۔(۵) حذیفہ، صحیح مسلم میں (۶) حضرت بلال، صحیح مسلم میں (۷) بریدہ، سوائے بخاری کے باقی اصحاب ستہ نے روایت کیا ہے(۸) علی، صحیح مسلم میں (۹) صفوان بن عسال، سنن ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں (۱۰) خزیمہ بن ثابت، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں (۱۱) ثوبان سنن ابی داؤد میں (۱۲) اسامہ بن زید سنن نسائی وغیرہ میں (۱۳) ابی بن عمارہ، سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں (۱۴) سھل بن سعد الساعدی، سنن ابن ماجہ میں (۱۵) انس بن مالک، سنن ابن ماجہ میں (۱۶) ابوبکر (صدیق) صحیح ابن حبان میں (۱۷) عوف بن المالک اشجعی، مسند احمد وغیرہ میں (۱۸) ابی بردہ مسند بزار میں (۱۹) سلمان، صحیح بن حبان میں (۲۰) ربیعۃ بن کعب اسلمی، معجم طبرانی میں (۲۱) براء بن العازب الکامل لابن عدی وغیرہ میں (۲۲) ابی طلحہ معجم للطبرانی میں (۲۳) ابن مسعود، مسند بزار وغیرہ میں (۲۴) اُم سعد الانصاریۃ الکامل لابن عدی وغیرہ میں (۲۵) ابی امامہ معجم طبرانی میں (۲۶) عبادہ بن الصامت معجم طبرانی میں (۲۷) عبدالرحمٰن بن بلال معجم طبرانی میں (۲۸) عمرو بن الشرید معجم طبرانی میں (۲۹) عبداللہ بن رواحہ (۳۰) اسامۃ بن زید، دونوں کی حدیث معجم طبرانی میں (۳۱) عبدالرحمٰن بن حسنہ معجم طبرانی میں (۳۲) عمرو بن حزم معجم طبرانی میں (۳۳) عبداللہ بن عمر معجم اوسط للطبرانی میں (۳۴) یعلی بن مرۃ الثقفی معجم طبرانی میں (۳۵) مالک بن سعد کتاب معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم میں (۳۶) مالک بن ربیعۃ السلولی معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم میں (۳۷) ابی ایوب معجم طبرانی میں (۳۸) ابی ہریرۃ، مسند احمد وغیرہ میں (۳۹) ابی برزۃ، مسند بزار میں (۴۰) ابن عباس مسند بزار میں (۴۱) جابر معجم طبرانی ومسند بزار وغیرہ۔

خوف طوالت کی وجہ سے کچھ ناموں کو چھوڑ دیا گیا یہ پوری تفصیل مع اختصار وتلخیص کے لضب الرایہ اور الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ سے لی گئی ہے جن کا حوالہ پیچھے بقید صفحہ کے گزر چکا ہے۔

لہٰذا اگر چہ خفین پر مسح کرنا خلاف قرآن بھی ہے اور خلاف عقل وقیاس بھی ہے مگر چونکہ یہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اس لیے تمام اہل سنت والجماعت ان احادیث متواترہ کی وجہ سے مسح علی الخفین کے جواز کے قائل ہیں اور حضرات صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔

(۳) تیسری وجہ اور جرابوں پر مسح کے بارے میں واردشدہ احادیث وآثار کی تفصیل بھی پیچھے گزر گئی لہٰذا ان احادیث وآثار کو اگر صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی وہ حد تواتر تک نہیں پہنچ سکتیں لہٰذا ان کی وجہ سے ترک قرآن جائز نہیں ہوگا۔

البتہ کثرت طرق کی وجہ سے احادیث درجہ صحیح یا حسن سے کم نہیں ہیں اس لیے ائمہ اربعہ وغیرہ نے جوربین پر مسح کے جواز کیلئے ثخینین ہونے کی شرط لگائی تاکہ یہ خفین کے مفہوم کے کچھ قریب ہو جائیں اور اسکی وجہ سے ترک قرآن لازم نہ آئے بلکہ جن احادیث کی وجہ سے مسح علی الخفین کے جواز کا قول اختیار کیا گیا تھا۔ ان کی وجہ سے جوربین (بشرطیکہ وہ ثخینین ہوں) پر بھی جوا ز کا قول اختیار کیا جاسکتے اور اسکی وجہ سے ترک قرآن لازم نہ آئے۔

ایک سوال اور اُس کا جواب

اب رہا یہ سوال کہ ثخین ہونے کی قید کون سی دلیل کی بناء پر بڑھائی گئی ہے ہم سے تو اسکے جوابات بہت سارے ہیں مگر یہاں پر ان میں صرف تین جوابوں پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

جواب (۱) نیلون کے ہلکے اور باریک جرابوں کا اس وقت تصور نہیں تھا اور نہ ہی اس کا رواج تھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں انکی جرابوں کی تعریف گزر گئی۔

جواب (۲) قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جورب کی تعریف کی ہے ''ہو لفافۃ الرجل قالہ فی الضیاء والقاموس وقد تقدم انہ الخف الکبیر'' (وہ پیر کے لفافے کو کہتے ہیں ضیاء اور قاموس میں یہ کہا ہے اور یہ پہلے گزرا کہ وہ بڑے موزے کو کہتے ہیں) (نیل الاوطار ص ۱۹۸، ج)

لہٰذا اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ ہلکی اور باریک جرابوں پر نہ مسح کرنے کا رواج تھا اور نہ

ہی انکے استعمال کا رواج تھا۔

جواب (۳) احادیث جواز مسح علی الجوربین کی بنیادی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ثخینین ہونے کی قید لگانی ضروری ہے تا کہ یہ کسی حد تک خفین کے قریب ہو جائے ورنہ پھر اخبار واحدہ وغیرہ کی وجہ سے ترک قرآن لازم آئے گا جو کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

یہاں تک الحمدللہ جرابوں پر مسح کرنے کی بحث پوری ہوگئی۔

☆☆☆☆

الجمع بین الصلاتین فی السفر والحضر

نماز

نماز ارکان اسلام میں سے دوسرا رکن ہے اسلام میں نماز کی بہت اہمیت ہے قراان کریم میں سینکڑوں جگہ نماز کی اہمیت اسکی تاکید اور اپنے اوقات مقررہ میں اسکی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح بہت ساری احادیث مبارکہ میں بروقت نمازوں کی ادائیگی کے بڑے فضائل بتائے گئے ہیں۔اور بروقت نمازوں کی عدم ادائیگی پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

نماز کی اہمیت اور شرف وفضیلت کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ باقی عبادات کی فرضیت کے احکام زمین پر بذریعہ وحی آئے ہیں لیکن نماز کی فرضیت شب معراج میں آسمانوں کے اوپر طور

تحفے کے ہوئی ہے جسکی تفصیل تقریباً اکثر احادیث معراج میں موجود ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے ذرائع میں سے سب سے زیادہ مؤثر اور قوی ذریعہ نماز ہے لیکن صرف وہی نماز اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے گی جسکے تمام حقوق کی رعایت کی جائے۔ان حقوق کو فقہائے امت نے آیات قرآنی اور سنن نبویہ علی صاحبھا الف الف تحیہ وسلام کی روشنی میں مختلف حصص اور طبقات میں تقسیم فرمایا ہے۔جن میں سے بعض کو فرض، بعض کو واجب، بعض کو سنت مؤکدہ اور بعض کو مستحب کے نام سے اپنی اپنی جگہ پرحسبِ دلائل ذکر فرمایا ہے۔جنکی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

پھر فرائض کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے(۱) بعض فرائض وہ ہیں جنکو نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، انکو شرائط کہا جاتا ہے، اور بعض کو نماز کے دوران ادا کرنا پڑھتا ہے انکو ارکان نماز کہا جاتا ہے۔

نماز سے پہلے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور فرض ہے، ان میں سے ایک فرض وقت نماز کا ہونا ہے۔لہٰذا تمام ائمہ کے نزدیک نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنا فرض ہے، اگر نماز کو اس کے وقت مقررہ میں ادا کرنے کے بجائے وقت سے پہلے یا وقت کے نکل جانے کے بعد جان بوجھ کر ادا کیا تو وہ نماز اداء نہیں ہوئی بلکہ اگر وقت سے پہلے ادا کیا تو وقت کے اندر دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے ورنہ پوری زندگی وہ اس کے ذمہ لازم رہے گی اور اگر وقت نکلنے کے بعد اس نے نماز پڑھی تو وہ ادا نہیں ہے بلکہ قضاء ہے اور جان بوجھ کر ایسا کرنے والا سخت گناہ گار اور مستحق وعید ہے۔

لہٰذا اوقات نماز کے مسائل انتہائی ضروری اور اہم ہیں ان میں سے ایک مسئلہ دو نمازوں کو حالت سفر یا حالتِ حضر میں ایک نماز کے وقت میں جمع کر کے اکٹھا پڑھنے کا ہے کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔

ان شاء اللہ ہم پہلے حالت سفر میں جمع بین الصلاتین کے جواز ورم جواز کے بارے میں مذاہب بمع انکے دلائل نقل کرینگے اور پھر اس ضمن میں مخالفین احناف کے دلائل کے جوابات اور

پھر حنفی مذہب کے دلائل اور حنفی مذہب کی وجوہ ترجیح ذکر کرینگے پھر اس کے بعد حالت حضر میں جمع بین الصلاتین کے بارے میں اس ترتیب کے ساتھ تفصیلات ذکر کرینگے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کام کو آسان بنادے اور اسکو اپنی رضاء کا ذریعہ بنادے اور اسکو معاونین اور مستفیدین کیلئے دنیاو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنادے آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆

نقل مذاهب دربارۂ جمع بین الصلاتین فی السفر

حنفی مذھب ......

حنفی مذہب کے مطابق حالت سفر میں دونمازوں کو ایک نماز کے وقت میں عرفات اور مزدلفہ کے کرنا جائز نہیں ہے البتہ جمع صوری احناف کے نزدیک جائز ہے اس میں عذر کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے جمع صوری کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(۱)...... ''ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین یہ ہے کہ ان میں سے پہلی نماز کو مؤخر کر کے اس کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو مقدم کر کے اسکو اول وقت میں پڑھا جائے''۔ (موطاامام محمد، ص ۱۳۱)

فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں

(۲)...... ''دوسری نوع ائمہ کے مذاہب کے بارے میں ہے اور چھٹا قول یہ ہے کہ وہ (جمع بین الصلاتین) مطلقاً جائز نہیں ہے سفر کی وجہ سے اور صرف عرفہ اور مزدلفہ میں جائز ہے اور یہ حسن ابن سیرین، ابراہیم، اسود اور ابوحنیفہ اور انکے شاگردوں کا قول ہے اور یہی روایت کیا ہے ابن قاسم نے، امام مالک سے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔'' (عمدۃ القاری، ص ۱۵، ج ۷)

(۳)......اور جائز نہیں ہے جمع (بین الصلاتین) مگر محرم بالحج کیلئے عرفہ کے دن ظہر اور عصر میں جمع تقدیم کے ساتھ ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ اس لیے کہ عصر کو اس کے وقت مقررہ سے پہلے ادا کیا جا رہا ہے اس لیے اس کیلئے الگ تکبیر کہی جائے گی تا کہ لوگوں کے لیے اعلان ہو اور مزدلفہ کی رات میں مغرب وعشاء میں جمع تاخیر کے ساتھ ایک اذان اور ایک تکبیر کے ساتھ اس لیے کہ عشاء کی نماز اس کے وقت میں ادا ہو رہی ہے اس لیے اس کیلئے اعلان کی ضرورت نہیں ہے نمونہ کیلئے یہ حوالے ان شاء اللہ کافی ہونگے اس مزید حوالوں کو ترک کر دیا گیا۔'' (الفقہ الاسلامی و ادلتہ، ص ۱۳۷۳، ج ۲)

فقہ مالکی ......

اور فقہ مالکی میں حالت سفر میں جمع بین الصلاتین حقیقتاً جائز نہیں ہے البتہ جمع صوری جائز ہے مگر وہ بھی اس عذر کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر مسافر کو جلدی ہو، تو تب جمع صوری کر سکتا ہے ورنہ جمع صوری بھی جائز نہیں ہے۔

چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبریٰ میں لکھا ہے:

(۱)......'' (مصنف رحمہ اللہ نے) فرمایا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدمی دو نمازوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ حالتِ سفر میں مگر یہ کہ اسکو سفر کی جلدی ہو پس اگر اسکو جانے کی جلدی ہو تو پھر وہ ظہر وعصر میں جمع کرے (اس طرح کہ) وہ ظہر کو مؤخر کرے یہاں تک کہ اس کا آخری وقت ہو جائے پھر اسکو پڑھ لے پھر عصر کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھے اور مغرب کی نماز کو مؤخر کرے یہاں تک کہ اس کا آخری وقت ہو جائے شفق کے غائب ہونے سے پہلے اور پھر اسکو ادا کرے اس کے آخری وقت میں شفق کے غائب ہونے سے پہلے اور پھر عشاء کی نماز پڑھے اسکے اول وقت میں شفق کے غائب ہو جانے کے بعد''

(المدونۃ الکبریٰ، ص ۲۰۵، ج ۱)

(۲)...... نیز فقہ مالکی کی پوری تفصیل الفقہ الاسلامی و ادلتہ کی جلد دوم (صفحہ

۱۳۷۴،۱۳۷۵) میں موجود ہے جو حضرات چاہیں وہاں مراجعت کر سکتے ہیں۔

فقه شافعی ......

اور فقہ شافعی میں جمع بین الصلاتین سفر میں مطلقاً جائز ہے، جمع تقدیم کے ساتھ بھی اور جمع تاخیر کے ساتھ بھی (جبکہ عذر سفر یا مطر ہو)

چنانچہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب مختصر مزنی میں لکھا ہے:

(۱)......''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی دلالت اس بات پر ہوئی کہ جس (یعنی مسافر) کیلئے قصر جائز ہے تو اس کیلئے جمع بین الصلاتین بھی جائز ہے جیسے کہ پہلے مذکور ہوا۔اور جمع بین الصلاتین جن دونوں وقتوں میں (تقدیم یا تاخیر کے ساتھ) چاہے تو کر سکتا ہے''۔

(۲)......اسی طرح الھذب میں لکھا ہے:

''اور جائز ہے جمع بین الصلاتین پہلی نماز کے وقت میں (جمع تقدیم کے ساتھ) اور دوسری نماز کے وقت میں (جمع تاخیر کے ساتھ)''۔ (الھذب فی فقہ الامام الشافی رضی اللہ عنہ ،ص۱۰۴،ج۱)

(۳)......اسی طرح صاحب منہاج نے لکھا ہے کہ:''اور جمع جائز ہے ظہر اور عصر میں جمع کرنا جمع تقدیم و تاخیر کے ساتھ (نہایہ المحتاج الی شرح المنھاج فی الفقہ علی مذہب الامام الشافعی رضی اللہ عنہ ،ص۲۷۲،۲۷۳)

فقه حنبلی ......

حنابلہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین حالت سفر میں جمع تقدیم و تاخیر دونوں کے ساتھ جائز ہے، چنانچہ فقہ حنبلی کی کتاب منار السبیل میں لکھا ہے:

(۱)......''اور سفر کی وجہ سے جمع بین الصلاتین کسی ایک نماز کے وقت میں مباح ہے جو سفر کہ قصر (کے جواز) کا سبب ہے۔''(منار السبیل ۱۳۶،ج۱)

(۲)......نیز فقہ حنبلی کی مزید تفصیل کیلئے الفقہ الاسلامی وادلتہ (ص۱۳۸۰،ج۳) کا مطالعہ

کیجئے۔(اور المغنی لابن قدامہ،ص۱۱۲،۱۱۳،۱۱۴،۱۱۵ کا مطالعہ بھی کیجئے)

قاضی شوکانی رحمہ اللہ......

قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے مذہب کی تصریح نہیں کی ہے،لیکن انکی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمع صوری کے قائل ہیں۔تفصیل کیلئے دیکھئے نیل الاوطار،ص۲۲۵ تا۲۳۱،ج۳)

ان احادیث وآیت مبارکہ پر ایک نظر جن سے جمع تقدیم کا جواز ثابت ہوتا ہے اوران کا تنقیدی جائزہ

(۱)......''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اورزوال شمس ہوجاتا،تو آپ ظہر اورعصر دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرماتے اورپھرکوچ فرماتے تھے''۔(السنن الکبری للبیہقی،ص۲۳۱،ج۳)

(۲)......''حضرت عکرمہ رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ہوتے اورسورج زائل ہوجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اورعصر کوجمع فرماتے تھے،اورجب سورج زائل نہ ہوتا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفرشروع فرماتے توپھرسفرجاری رکھتے،یہاں تک کہ عصر کا وقت داخل ہوجاتا،تو آپ اترتے،اورظہر اورعصر کوجمع فرماتے اورجب سورج غروب ہوجاتا اورآپ گھر میں ہوتے،تو مغرب وعشاء کوجمع فرماتے تھے اورجب سورج غروب نہ ہوتا اورآپ سفرشروع فرماتے توپھرسفرجاری رکھتے تھے یہاں کہ عشاء کا وقت آجاتا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء میں جمع فرماتے تھے۔''(ایفاص ۲۳۲،۲۳۳،ج۳)

فائدہ نمبر(۱):...... نیزیہی حدیث عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کریب کے واسطے سے بھی نقل کی ہے اس کے لیے بھی مذکورہ بالاحوالہ دیکھیئے۔

نیزاسی مفہوم کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوقلابہ نے بھی روایت کی ہے اسکی تفصیل کیلئے دیکھئے حوالہ مذکورہ،ص۲۳۴،ج۳)

فائدہ نمبر (۲) :...... یہ وہ روایات ہیں جن سے صراحۃً جمع تقدیم کا جواز ثابت ہوتا ہے ہم ان شاء اللہ پہلے ان روایات پر بحث کرینگے اور پھر جمع تاخیر کے جواز کی روایات ذکر کر کے ان پر بحث کرینگے۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ کی بحث :

اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں لکھا ہے کہ "فھذا اعلیٰ نبل رواته منکر" یعنی یہ حدیث راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود بھی منکر ہے۔ اس لیے کہ اسکو مسلم نے نا قدعن شبابہ سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ " اذا کان فی سفر وارد الجمع اخر الظهر حتى يدخل وقت العصر ثم يجمع بينهما "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر کی نماز کو مؤخر فرماتے تھے یہاں تک کہ عصر کا وقت داخل ہو جاتا، پھر دونوں کو جمع فرماتے تھے۔

نیز علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو اسحاق کی نسبت سے منکر کہا ہے، نیز اسکی تخریج اسماعیلی نے کی ہے اور اسکو اسحاق عن شبابۃ کے حوالے سے معلول قرار دیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے ذہن میں ہے کہ ابوداؤد نے اسحاق پر اس کا انکار کیا ہے۔ (بوجہ تفرد کے) لیکن اس کا متابع موجود ہے جسکو امام حاکم نے اپنی اربعین میں روایت کیا ہے:

" عن ابي العباس محمد بن يعقوب عن محمد بن اسحاق الصغاني عن حسان بن عبدالله، عن المفضل بن فضالة عن عقيل عن ابن شهاب عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا ارتحل قبل ان تزيغ الشمس اخر الظهر الى وقت العصر ثم نزل فجمع بينهما فان زاغت الشمس قبل ان يرتحل صلى الظهر والعصر ثم ركب "

یہ حدیث صحیحین میں اسی سند کے ساتھ موجود ہے مگر اس میں لفظ والعصر موجود نہیں ہے......
اس کے بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس زیادتی (یعنی لفظ والعصر) میں نظر ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے تصحیح معاملے میں تساہل کے باوجود اسکو اپنی مستدرک میں ذکر نہیں کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حاکم کی اس حدیث کو نقل کیا اور جو کچھ علائی نے کہا اسکو نقل کیا ہے، اور پھر فرمایا کہ یہ قوی متابعت ہے اگر ثابت ہو جائے، لیکن اس کے ثبوت میں نظر ہے" (یہ پوری تفصیلی آثار السنن للنیموی کی تعلیق سے نقل کی گئی ہے جو مراجعت کرنا چاہے تو وہ آثار السنن، ص ۲۶۸ سے ۲۷۰ تک دیکھے)

☆☆☆☆

نماز کے مسائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پر بحث

اس حدیث میں ایک تو اضطراب سند ہے۔ چنانچہ بعض طرق میں حسین بن عبداللہ اس کو عن عکرمۃ عن ابن عباس کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں۔ اور بعض طرق میں وہ اس کو عن عکرمۃ عن کریب عن ابن عباس کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) نیز حسین بن عبداللہ کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن معین اور ابو حاتم نے ان کو ضعیف کہا ہے اور ابن المدینی اور نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے اور سعدی اور جوزجانی نے کہا ہے کہ لا یشتغل بحدیثہ (یعنی ان کی حدیث میں مشغول ہونے کی ضرورت نہیں) (السنن الکبری للبیہقی ص ۲۳۲، ۲۳۳ ج ۳ و آثار السنن ص ۱۷۲)

حدیث نمبر ۳

ان دو حدیثوں کے علاوہ ایک تیسری حدیث بھی جمع کے تقدیم کے جواز پر پیش کی جاتی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

(۳) عن معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في غزوة تبوک إذا زاغت اشمس قبل أن يرتحل جمع بين الظهر والعصر وأن يرتحل

قبـل أن تـزيـغ الشم آخر الظهر حتى ينزل للعصر و في المغرب مثل ذالک إن نـمـا بت الشمس قبل أن يرتحل جمع بين المغرب والعشاء وان يرتحل قبل أن تغيب الشمس أخر المغرب حتى ينزل للعشاء ثم جمع بينهما“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر شروع فرمانے سے پہلے زوالِ شمس ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں میں جمع فرماتے (یعنی جمع بین الصلاتین جمع تقدیم کے ساتھ ادا فرماتے) اور اگر زوالِ شمس سے پہلے سفر شروع فرماتے تو پھر ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ جب عصر کے لئے اترتے۔ (تو دونوں نمازیں جمع کر کے اداء فرماتے) اور مغرب میں بھی ایسا فرماتے کہ اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب وعشاء دونوں کو جمع کر کے اداء فرماتے اور اگر غروب شمس سے قبل سفر شروع فرماتے تو پھر مغرب کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ جب عشاء کے لئے اترتے تو دونوں کو جمع کر کے اداء کرتے۔ (سنن ابی داوٗد ص ۱۷۱ ج ۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۳۲ ج ۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر بحث

یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کے ایک راوی ہشام ابن اسعد ہیں۔ اگر چہ ان کی روایات امام مسلم رحمہ اللہ نے شواہد میں ذکر کی ہیں مگر وہ متکلم فیہ راوی ہیں۔

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ حافظ نہیں تھے۔ اور یحییٰ القطان ان کی سند سے روایات بیان نہیں کرتے تھے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ حدیث میں محکم (مضبوط) نہیں تھے۔ اور ابن معین نے فرمایا کہ لیس بذاک القوی کہ وہ کوئی قوی راوی نہیں تھے اور متروک بھی نہیں تھے۔ اور امام نسائی نے ایک دفعہ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضعیف ہیں اور ایک دفعہ فرمایا کہ لیس بالقوی کہ وہ قوی نہیں ہیں اور ابن عدی نے فرمایا کہ باوجود ضعف کے ان کی حدیثیں لکھی جائیں گی۔

اور ابوداؤد نے فرمایا کہ زید بن اسلم کے بارے میں وہ سب سے زیادہ ثبت (معتبر) ہیں اور ابوزرعہ نے فرمایا کہ شیخ محلّہ الصدق کہ کمزور راوی ہیں۔ لیکن اس کا محل صدق (یعنی سچا ہونا) ہے۔ اور تلخیص میں فرمایا کہ ہشام لین الحدیث یعنی وہ کمزور حدیث والے ہیں۔

اور حافظ (ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ ہشام مختلف فیہ راوی ہیں مگر یہاں پرانہوں نے ابوالزبیر کے اصحاب مین سے حفاظ کی مخالفت کی ہے۔ جیسے کہ مالک ثوری اور قرۃ بن خالد وغیرہ ہیں (یعنی ان سب کی مخالفت کی ہے) پس ان حضرات نے اپنی روایت میں جمع تقدیم کو ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ مخالف ہے اس حدیث کے جسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ عضن بن اسماعیل کے طریق (سند) سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ

"خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك فجعل يجمع بنين الظهر والعصر يصلي الظهر في آخر وقتها ويصلي العصر في اوّل وقتها ثم يسير ويصلي المغرب في آخر وقتها ما لم يغب الشفق و يصلي العشاء في اوّل وقتها حين يغيب الشفق"

ہم نکلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں، پس آپ نے جمع بین الصلاتین فرمانا شروع فرمایا پس آپ ظہر کو مؤخر کر کے اس کے آخر وقت میں اداء فرماتے تھے اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں اداء فرماتے تھے پھر سفر شروع فرماتے اور غروب شفق سے پہلے آخر وقت میں مغرب کی نماز اداء فرماتے اور عشاء کی نماز غروبِ شفق کے بعد اوّل وقت میں اداء فرماتے تھے"

یہ پوری بحث آثار السنن ص ۲۷۰ سے لی گئی ہے۔

خلاصہ......

(ا) اس پوری صحبت کا حاصل یہ نکلا کہ ہشام بن اسعد صحیح مسلم کے متکلم فیہ رجال میں سے ہیں۔

(۲) اور امام مسلم نے ان کی روایات کو اصول میں نقل نہیں فرمایا۔
بلکہ شواہد میں نقل فرمایا ہے۔

(۳) اور اس روایت میں وہ ابوالزبیر کے حفاظ شاگردوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جیسے کہ امام مالک، امام سفیان ثوری اور قرۃ بن خالد وغیرہ کہ ان حضرات نے (جو حفاظ ہیں) حضرت معاذ سے جمع تقدیم کی روایت کو ذکر نہیں کیا ہے۔

اس لئے ہشام کی روایت ثقات کے مخالف ہونے کی وجہ سے منکر (ضعیف) ہوگئی ہے۔
لہٰذا حاصل کلام یہ نکلا کہ جمع تقدیم فی السفر کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

اور جو احادیث وآثار ضعیفہ موجود ہیں وہ اس درجہ کی نہیں ہیں کہ جن کی وجہ سے نصوصِ قرآن واحادیث متواترہ دربارہ مواقیت صلوٰۃ کو چھوڑ دیا جائے۔

وہ احادیث وآثار جن سے جمع تاخیر فی السفر کا جواز ثابت ہوتا ہے اور ان کا تنقیدی جائزہ

(۱) عن عبداللہ بن عمر قال رآیت النبی صلی اللہ علیه وسلم إذا أعجله السیر فی السفر یؤخر صلوٰۃ المغرب حتی یجمع بینها و بین العشاء قال سالم و کان عبداللہ بن عمر یفعله إذا أعجله السیر یقیم المغرب فیصلیها ثلٰثا ثم یسلّم ثم قلّما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیها رکعتین ثم یسلّم ولا یسبّح بینهما برکعة ولا بعد العشاء بسجدة حتی یقوم من جوف اللیل "(اخرج البخاری واللفظ فی صحیح ص ۱۴۰ ج ۱، وعلم فی صحیح ص ۲۴۵ ج ۱ والنسائی فی سنن ص ۶۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر فرماتے اور پھر اس میں اور عشاء کی نماز میں جمع فرماتے۔

سالم نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا کرتے کہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز قائم فرماتے اور اس کی تین رکعتیں اداء کرتے پھر تھوڑا اُرک جاتے اور پھر عشاء کی نماز دو رکعتیں قائم (اداء) فرماتے اور سلام پھیرتے اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز بھی نہ پڑھتے اور عشاء کے بعد میں کوئی نماز نہ پڑھتے آدھی رات تک (یعنی بیچ میں اور آخر میں کوئی نفل نماز وغیرہ نہ پڑھتے)

تنبیہ: اس حدیث میں قال سالم سے آخر تک کے الفاظ کی روایت کی تخریج صرف صحیح بخاری میں ہے، باقی دونوں حوالوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

(فائدہ نمبر۱) اس حدیث میں جمع تاخیر کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ایسے الفاظ نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً موجود ہیں جن کی دلالت اس بات پر ہوتی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں عشاء کی نماز کے ساتھ جمع کر کے اداء فرمائی ہے۔

(فائدہ نمبر۲) البتہ حضرت سالم رحمہ اللہ کے قول کی دلالت جمع صوری پر ہو رہی ہے اس لیے کہ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ثم قلما مایلبث (پھر آپ تھوڑا سا انتظار فرماتے) اور ظاہر ہے کہ یہ انتظار بظاہر عشاء کے وقت کے شروع ہو جانے کے لئے ہوتا تھا۔ واللہ اعلم

(۲) أن ابن عمر كان إذا جدّبه السير جمع بين المغرب والعشاء بعد أن يغيب الشفق ويقول إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا جدّبه السير جمع بين المغرب والعشاء" (اخرج مسلم في صحيحه واللفظ له ص ۲۴۵ ج ۱ والنسائي في السنن ص ۷۰ ج ۱ ومالك في الموطا ص ۱۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب سفر میں جلدی ہوتی، تو شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب و عشاء دونوں نمازوں کو جمع کر کے اداء فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے۔ کہ جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء دونوں نمازوں کو جمع کر کے اداء فرماتے تھے۔

(۳) ان عبداللہ بن عمر عجل السير ذات ليلة و كان قد استصرخ على بعض أهله ابنة أبي عبيد فسار حتى هم الشفق أن يغيب و أصحابه ينادونه للصلوٰة فأبىٰ عليهم حتى إذا أكثروا عليه قال إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين هاتين الصلوتين المغرب والعشاء وأنا أجمع بينهما" (الطحاوی فی شرح معانی الآثار و للفظ له ص ۱۱۱ ج ۱ سنن ترمذی ص ۱۲۴ ج ۱ سنن نسائی ص ۶۹ ج ۱ سنن ابی داؤد ص ۱۷۰ ج ۱ سنن کبریٰ للبیهقی ص ۲۲۶، ۲۲۷ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن عمر کو جب ان کے بعض خاندان والوں (یعنی ان کی بیوی) ابوعبید کی بیٹی کے حادثہ (مرض وفات) کی اطلاع ملی تو آپ رات کو جلدی جارہے تھے یہاں تک کہ شفق غائب ہونے کے قریب ہوا، اوران کے ساتھی ان کو نماز کی ادائیگی کے لئے پکارتے رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے پکارنا زیادہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے اداء فرمایا (یعنی) مغرب و عشاء کو اور میں بھی ان کو جمع کر کے اداء کرونگا۔

(فائدہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جمع بین الصلاتین کے جواز کا قول اوران کا عمل نافع کے علاوہ ان کے دوسرے شاگرد اسماعیل بن ابی ذویب نے بھی نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لئے شرح معانی الآثار کا مندرجہ بالا حوالہ دیکھیئے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بحث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کی دوسری متابعات بھی موجود ہیں جن

میں سے ایک متابع ابن ابی ذویب کا اوپر شرح معانی الآثار کے حوالے سے مذکور ہے۔

ان کے علاوہ یہ روایت سالم اور عبداللہ بن دینار سے بھی راوی ہے اس کو بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔اس کی تفصیل کے لیے دیکھئے السنن الکبری للبیہقی ص ۲۲۹، ج۔۳

مذکورہ روایت کے جوابات

(۱) اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ غاب الشفق وغیرہ الفاظ صرف نافع کے ایک شاگرد ایوب کی روایت میں موجود ہیں، نافع کے دوسرے شاگردوں یعنی عبیداللہ، مالک اور لیث نے یہ لفظ ذکر نہیں کیا۔(لہٰذا یہ اضافہ مخالفتِ ثقات کی وجہ سے مرجوم ہے۔)

(۲) اور دوسرا جواب اس روایت کا یہ ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہے چنانچہ نافع کے تین شاگردوں یعنی اسامہ بن زید، ابن جابر اور العطاف بن خالد نے نافع کے طریق سے ان روایات کو ذکر کیا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے جمع صوری مراد ہے۔

ان دونوں جوابوں کی تفصیل مع تخریج روایات جمع صوری شرح معانی الآثار ص ۱۱۲، ۱۱۳ ج۔ا پر ملاحظہ فرمایئے۔

(۳) نیز مذکورہ اور ان کے ہم معنی دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع بین الصلاتین تاخیراً کے حالتِ سفر میں مطلقِ جواز کے قائل تھے اور ان روایات سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حالتِ سفر میں جلدی کی صورت میں جمع بین الصلاتین تاخیراً فرماتے تھے۔حالانکہ یہ درجہ ذیل روایت کے مخالف ہے۔

عن سليمان بن أبي يحيى عن ابن عمر قال ماجمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين المغرب و العشاء قطّ في السفر إلامرة" (سنن ابی داؤد ص ۱۷۱ ج ۱)

سلیمان بن ابی یحیٰی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حالت

سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو جمع کر کے کبھی بھی اداء نہیں فرمایا سوائے ایک دفعہ کے''۔

(فائدہ نمبر۱) امام ابوداؤد نے اس روایت کی تخریج کے بعد یہ فرمایا کہ ''یہ روایت ایوب عن نافع عن ابن عمر سے بھی موقوفاً ثابت ہے۔ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سوائے اس رات کے جس میں ان کو صفیہ (ان کی بیوی) کی مرضِ وفات کی اطلاع دی گئی تھی۔ (اس کے) علاوہ کبھی بھی جمع بین الصلاتین کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

نیز مکحول عن نافع عن ابن عمر سے بھی یہ مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سوائے ایک یا دو دفعہ کے کبھی بھی جمع بین الصلاتین نہیں فرمایا۔

تحقیق کے لئے دیکھیے (سنن ابی داؤد صفحہ ۱۷۱، ج۔۱)

(فائدہ نمبر۲) لہٰذا مذکورہ روایت اور سابقہ روایات کو سامنے رکھتے ہوئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ سابقہ روایت کو جمع صوری پر محمول کیا جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض قائلین جواز جمع بین الصلوٰتین کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین اس وقت فرمایا جب کہ شفق غائب ہو چکا تھا۔

اور بعض میں یہ بھی آیا ہے کہ ستارے ظاہر ہو چکے تھے۔ ان دونوں طرح کی روایات کی تخریج علامہ عینی رحمہ اللہ نے اصل کتب کے حوالوں کے ساتھ عمدۃ القاری میں کی ہے۔

لہٰذا اس طرح کی روایات سابقہ روایات کو جمع صوری پر محمول کرنے سے مانع ہیں......؟

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

نمبر۱: پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس سے بطور مبالغے کے شفق کا انتہائی قرب مراد ہے۔

نمبر۲: اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں پر شفق سے شفق احمر مراد ہے۔ جس پر حدیث کے الفاظ "اشتبکت النجوم" بھی دلالت کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفق احمر کے بعد بھی مغرب کا وقت باقی رہتا ہے حتیٰ کہ شفق ابیض غروب ہو جائے۔

اور شفق سے شفق ابیض مراد لینے کا کوئی قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ اس بحث کی پوری تفصیل کے لئے عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی ص ۱۵۰ سے ۱۵۲، ج۔۷ کا مطالعہ فرمائیے۔

تیسری دلیل قائلین جواز کی درجہ ذیل حدیث ہے۔

(۳) عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم غابت له الشمس بمكة فجمع بينهما بسرف"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور سورج غروب ہو گیا، تو آپ نے ان دونوں نمازوں کو (مقامِ) سرف میں جمع کر کے ادا فرمایا۔ (ابوداؤد فی السنن ص ۱۷۱ ج ۱ واللفظ لہ وسنن النسائی ص ۶۹ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ۲۳۴ ج ۳ شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۱۱۱ ج ۱)

(فائدہ) اس حدیث کی سند کا حال یہ ہے کہ اس حدیث کو علامہ نیموی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے ایک راوی ابوالزبیر مکی ہیں اور وہ مدلس ہیں۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ رواه ابوداؤد والنسائي وفيه ابوالزبير المكي وهو مدلّس" آثار السنن ص ۷۴

اس وجہ سے یہ قابل احتجاج نہیں رہی۔ قائلین جواز کی چوتھی دلیل

(۴) عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ارتحل قبل أن تزيغ الشمس أخّر الظهر إلىٰ وقت العصر ثم يجمع بينهما فإذا ازاغت صلى الظهر ثم ركب" (صحيح البخارى ص ۱۵۰ ج ۱ صحيح مسلم ص ۲۴۵ ج ۱ سنن ابى داؤد ص ۱۷۲ ج ۱ سنن نسائی ص ۶۹ ج ۱)

إلىٰ اخر وقتها وصلاها وصلى العصر فى أول وقتها ويصلى المغرب فى آخر وقتها ويصلى العشاء فى أول وقتها ويقول هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الصلاتين فى السفر"

رواه البزار وفيه محمد بن إسحاق وهو ثقة ولكنه مدلس مجمع الزوائد (ص ٢٠٦، ج. ١)

وفى الترغيب (صف ٥٣٠، ج. ٢) وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث (اعلاء السنن ص ٩٩، ج. ٢)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب جمع بین الصلاتین فرماتے۔ حالتِ سفر میں تو ظہر کی نماز اس کے آخر وقت تک مؤخر کر کے اداء فرماتے تھے اور عصر کی نماز اس کے اوّل وقت میں اداء فرماتے تھے۔ اور مغرب کی نماز اس کے آخر وقت میں اداء فرماتے اور عشاء کی نماز اس کے اوّل وقت میں اداء فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اس طرح جمع بین الصلاتین فرماتے تھے۔

اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن اسحٰق ہیں جو ثقہ ہیں، لیکن مدلس ہیں اور ترغیب میں ہے کہ وہ ان راویوں میں سے ہیں۔ جو مختلف فیہ ہیں۔ اور وہ حسن الحدیث (یعنی روایت حدیث میں درجہ حسن کے) راوی ہیں۔

لہٰذا صاحب اعلاء السنن کی مندرجہ بالا روایات کو سامنے رکھتے ہوئے، یہ احتمال قوی ہو جاتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کی اس سے بہتر کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کو جمع صوری پر محمول کیا جائے۔

ورنہ بصورت دیگر آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ جو کہ مواقیت صلوٰۃ کے بارے میں موجود ہیں۔ ان سے ان روایات کا تعارض لازم آئیگا۔ اور ان کو مرجوح ماننا پڑیگا۔ اور جمع صوری پر محمول کرنے کی صورت میں یہ روایات معمول بہا رہینگی۔ اور ان کا ترک لازم نہیں آئیگا۔

جواب نمبر۲: دوسرا جواب امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"إن هـذا قد يحتمل ماذكرنا وقد يحتمل أن يكون صفة الجمع من كلام الـزهـري لاعَـنِ الـنبي صلى الله عليه وسلم لأنه قد كان كثيرا ما يفعل هذا يصل الـحديث بكلامه حتى يتوهم أن ذالک في الحديث وقد يحتمل أن يكون قوله إلى أول وقـت العصر إلىٰ قرب أول وقت العصر فإن كان معناه بعض ماصرفناه إليه مما لايجب معه أن يكون صلاها في وقت العصر فلا حجة في هذا الحديث لـلـذي يقول انه صلاها في وقت العصر وإن كان أصل الحديث على أنه صلاها في وقـت العصر وكان ذالک هو جمعه بينهما فإنه قد خالفه في ذٰلک عبدالله بن عمر فيها روينا عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم و خالفته في ذالک عائشة ايضا" (شرح معاني الآثار ص ١١٣، ج. ١)

بے شک یہ اس کا احتمال بھی رکھتا ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اور یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ جمع کی (یہ) تفصیل زہری کا اپنا کلام ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہ ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اول وقت عصر سے مراد قرب اول وقت عصر ہو۔ پس اگر اس کا مطلب انہی مطالب میں سے بعض ہیں جن کی طرف ہم نے اس کلام کو پھیرا تو پھر اس حدیث میں اس آدمی کے لئے کوئی حجت نہیں جو یہ کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وقت عصر میں اداء فرمایا اور اگر اصل حدیث اسی پر محمول ہو، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عصر کے وقت میں اداء فرمایا تو یہ پھر جمع بین الصلا تین ہوگا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی ہے۔ جیسے کہ ہم ان کی روایات کو ذکر کر چکے ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ (جن کی روایت کو ہم جمع صوری کے دلائل میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ)

(فائدہ: اس پوری بحث کو سامنے رکھتے ہوئے۔ مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کی روایت کا سب سے بہتر محمل حمل علی الجمع الصوری ہے۔

(۲) ان کی روایات میں تعارض ہے، لہٰذا روایات صحیحہ کے مقابلے میں وہ قابل احتجاج نہیں ہیں۔

(۳) اور اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو تب بھی وہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ در بارۂ مواقیت صلوٰۃ کے مخالف ہے۔ اس لیے وہ حجت نہیں ہے۔

اب ایک نظر ان احادیث مبارکہ پر جن سے حالت حضر (اقامت) میں جمع بین الصلاتین کا جواز ثابت ہے

(۱) عن جابر بن يزيد عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بالمدينة سبعا وثمانيا الظهر والعصر والمغرب والعشاء فقال أيوب لعله في ليلة مطيرة قال عسىٰ" (البخاري في صحيه واللفظ ص ٧٧ ج ١، صحيح مسلم ص ٢٤٦ ج ١، سنن ابي داؤد ١٧١ ج ١، سنن نسائي ص ٦٨، ٦٩ ج ٢، شرح معاني الآثار ص ١١١ ج ١، سنن كبرى للبيهقي ص ٢٣٧ ج ٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سات اور آٹھ نمازیں (جمع کر کے) پڑھیں۔ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء پس ایوب نے کہا کہ شاید وہ بارش کی رات تھی تو انہوں نے فرمایا کہ شاید

(۲) عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر جميعا بالمدينة في غير خوف ولا سفر قالؒ ابو الزبير فسألت سعيداً لِمَ فَعَلَ ذٰلک فقال سألت ابن عباس كما سألتني فقال أردان لا يحرّج اَحداً مِنْ أمّتِه" (أخرجه مسلم في صحيحه واللفظ له ص ٢٤٦، ج ١ و

ابو داؤد فی سننہ ص ۱۷۱، ج ۱ والترمذی فی سننہ ص ۴۷، ج ۱ والطحاوی فی شرح معانی الآثار ص ۱۱۱، ج ۱ والامام مالک فی الموطا ص ۱۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے اداء فرمایا بغیر کسی خوف کے اور بغیر کسی سفر کے۔

ابوزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فعل کیوں کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی پوچھا تھا جیسے کہ آپ نے مجھ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تنگی میں نہ پڑے۔

(فائدہ) یہ وہ روایت ہے جو مختلف طرق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہیں مختصراً اور کہیں تفصیلاً مروی ہے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور قاضی شوکانی وغیرہ میں سے کسی کے نزدیک بھی اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

ان میں سے بعض نے اس کو اعذار کے ساتھ مثلاً حالت مرض وغیرہ سے مشروط کر دیا اور بعض نے جمع صوری پر محمول کیا۔ اس لیے اب مختصراً ان کے مذاہب کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

☆☆☆

بیان مذاہب

حنفی مسلک:

چنانچہ مشہور حنفی امام حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے موطا امام محمد میں لکھا ہے،

''اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر أنه إذا جمع الأمراء بين المغرب والعشاء جمع معهم فى المطر قال محمد ولسنا نأخذ بهذا لانجمع بين الصلاتين فى وقت واحد إلا الظهر والعصر بعرفة والمغرب والعشاء بمزدلفة وهو قول أبى حنيفة

قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب أنه كتب فى الآفاق ينها هم أن الجمع بين الصلاتين فى وقت واحد كبيرة من الكبائر أخبرنا بذٰلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مكحول'' انتهى (الموطا للإمام محمد ص ۱۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب امراء (حکمراں) مغرب و عشاء کو جمع کر کے اداء کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان کے جمع کر کے اداء فرماتے تھے اگر بارش ہو رہی ہوتی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اس کو نہیں لیتے ہم ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے اداء کرنے کے (جواز کے) قائل نہیں ہیں۔ مگر ظہر اور عصر کی نماز کے عرفہ میں

ابو داؤد فی سننہ ص ۱۷۱، ج ۱ والترمذی فی سننہ ص ۴۷، ج ۱ والطحاوی فی شرح معانی الآثار ص ۱۱۱، ج ۱ والامام مالک فی الموطا ص ۱۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے اداء فرمایا بغیر کسی خوف کے اور بغیر کسی سفر کے۔ ابوزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فعل کیوں کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی پوچھا تھا جیسے کہ آپ نے مجھ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تنگی میں نہ پڑے۔

(فائدہ) یہ وہ روایت ہے جو مختلف طرق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہیں مختصراً اور کہیں تفصیلاً مروی ہے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور قاضی شوکانی وغیرہ میں سے کسی کے نزدیک بھی اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

ان میں سے بعض نے اس کو اعذار کے ساتھ مثلاً حالت مرض وغیرہ سے مشروط کر دیا اور بعض نے جمع صوری پر محمول کیا۔ اس لیے اب مختصراً ان کے مذاہب کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

☆☆☆

بیان مذاہب

حنفی مسلک:

چنانچہ مشہور حنفی امام حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے موطا امام محمد میں لکھا ہے،

"اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر أنه إذا جمع الأمراء بين المغرب والعشاء جمع معهم في المطر قال محمد ولسنا نأخذ بهذا لانجمع بين الصلاتين في وقت واحد إلا الظهر والعصر بعرفة والمغرب والعشاء بمزدلفة وهو قول أبي حنيفة

قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب أنه كتب في الآفاق ينها هم أن الجمع بين الصلاتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر أخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مكحول" انتهى (الموطا للإمام محمد ص ۱۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب امراء (حکمراں) مغرب و عشاء کو جمع کر کے اداء کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان کے جمع کر کے اداء فرماتے تھے اگر بارش ہو رہی ہوتی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اس کو نہیں لیتے ہم ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے اداء کرنے کے (جواز کے) قائل نہیں ہیں۔ مگر ظہر اور عصر کی نماز کے عرفہ میں

اور مغرب اور عشاء کی نماز کے مزدلفہ میں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطرافِ (حکومت) میں یہ پروانہ تحریر کر کے جاری فرمایا تھا جس میں وہ ان کو جمع بین الصلا تین سے ......فرماتے تھے۔ اوران کو یہ خبر دے رہے تھے کہ جمع بین الصلا تین ایک نماز کے وقت میں کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ ہے۔ ہمیں اس کی خبر ثقہ راویوں نے علاء ابن الحارث عن مکحول کے واسطہ سے دی ہے۔

البتہ احناف کے نزدیک ظہر وعصر میں اور مغرب وعشاء میں جمع صوری جائز ہے چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں لکھا ہے کہ

"أخبرنا مالک أخبرنا داؤد بن الحصين أن عبدالرحمٰن هرمز أخبره قال كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يجمع بين الظهر والعصر في سفره إلى تبوک"

قال محمد وبهذا نأخذ والجمع بين الصلاتين أن تؤخر الأولى منهما فتصلي في آخر وقتها وتعجل الثانيه فتصلي في أول وقتها" انتهى (الموطا لامام محمد ص ۱۳۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن ھرمز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر تبوک میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے اداء فرماتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اس کو لیتے ہیں اور جمع بین الصلا تین یہ ہے کہ پہلی نماز کو مؤخر کر کے اس کے آخر وقت میں اداء کیا جائے اور دوسری نماز کو مقدم کر کے اس کے اول وقت میں اداء کیا جائے۔

لہٰذا حنفی مسلک کا حاصل یہ ہوا کہ جمع صوری تو حالت سفر وحضر دونوں میں جائز ہے البتہ جمع حقیقی تقدیماً یا تاخیراً نہ سفر میں جائز ہے اور نہ حضر میں جائز ہے۔

مذهب مالكی:

اور مالکیہ البتہ جمع تقدیم کے قائل ہیں چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبری میں لکھا ہے۔

"وقال مالكٌ يجمع بين المغرب والعشاء في الحضر وإن لم يكن مطر إذا كان طين وظلمة و يجمع أيضا بينهما إذا كان المطر وإذا أرا دوا أن يجمعوا بينهما في الحضر إذا كان مطر أوطين أوظلمة يؤخر ون المغرب شيئا ثم يصلونها ثم يصلون العشاء الآخرة قبل مغيب الشفق" (المدونة الكبرىٰ ص ۲،۳ ج. ۱)

اور فرمایا امام مالک رحمہ اللہ نے کہ جمع کیا جائے گا مغرب وعشاء کی دونوں نمازوں میں اگر چہ بارش نہ ہو، جبکہ مٹی اور اندھیرا ہو اور جب بارش ہو تو تب بھی ان کو جمع کیا جائے گا۔ مغرب کی نماز کو کچھ موٴخر کر دیں گے اور پھر عساء کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھ لیں گے۔

(فائدہ) مالکیہ کے مذہب کا حاصل یہ ہوا

(۱) بغیر عذر کے حالت حضر میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے۔

(۲) اعذار تین ہیں۔

(۱) بارش

(۲) مٹی کا اڑنا وغیرہ

(۳) اندھیرا ہو جانا

ان کے نزدیک مغرب وعشاء کے مابین تو جمع بین الصلاتین جائز ہے لیکن ظہر اور عصر میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے۔ چنانچہ المدونۃ الکبریٰ میں ہی لکھا ہے۔

"قال مالك لا يجمع بين الظهر والعصر في الحضر ولانرىٰ ذٰلك مثل المغرب والعشاء" (المدونة الكبرى ص ۲،۳ ج. ۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظہر اور عصر میں جمع نہیں کیا جائے گا اور ہم اس کو مغرب وعشاء کی طرح نہیں سمجھتے۔

(۳) اور ان کے نزدیک منفرد کے لئے جمع بین الصلاتین کے بارے میں تفصیل ہے۔

اور وہ یہ کہ منفرد نے اگر مغرب کی نماز اپنے گھر میں اکیلے پڑھ لی اور جب مسجد پہنچا تو لوگ عشاء کی نماز جمع بین الصلاتین کی صورت میں پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے۔ تو اب اس کے لیے جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ عشاء کے وقت کے شروع ہونے کا انتظار کرے گا۔ اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت کے اندر ادا کریگا۔

اور اگر یہ مغرب کی نماز اپنے گھر میں اداء کر کے مسجد پہنچا اور وہاں لوگوں نے ابھی تک صرف مغرب کی نماز اداء کی تھی اور عشاء کی نماز ابھی تک ادا نہیں کی تو اس صورت میں اس کے لیے ان کے ساتھ عشاء کی نماز میں شامل ہو جانا جائز ہے۔ چنانچہ مدونہ میں لکھا ہے۔

"وقال مالک فیمن صلی فی بیتہ المغرب فی لیلة المطر فجاء المسجد فوجد القوم قد صلوا العشاء الآخرة فأراد أن یصلی العشاء قال لا أریٰ أن یصلی العشاء وإنما جمع للرفق بھم وھذا لم یصل معھم فأریٰ أن یؤخر العشاء حتی یغیب الشفق ثم یصلی بعد مغیب الشفق قلت فإن وجدھم قد صلوا المغرب ولم یصلوا العشاء الآخرة فأراد أن یصلی معھم العشاء وقد کان صلی المغرب فی بیتہ لنفسہ؟ قال لا أری بأسا أن یصلی معھم" انتھی (المدونة الکبریٰ ج. ا ص ۲۰۳، ۲۰۴)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا اس شخص کے بارے میں جس نے بارش میں مغرب کی نماز اپنے گھر میں پڑھی اور مسجد آیا پس اس نے لوگوں کو پایا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ اور وہ عشاء کی نماز پڑھنا چاہے تو فرمایا کہ میں (جائز) نہیں سمجھتا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھے اور جمع بین الصلاتین ان (اہل جماعت) کے لئے (جو جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے)

ان کے حق میں نرمی کی وجہ سے جائز قرار دی گئی تھی۔ اور اس نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نماز کو مؤخر کریگا یہاں تک کہ شفق غائب ہو جائے اور پھر شفق کے غائب ہونے کے بعد نماز (عشاء) پڑھے۔

میں نے کہا کہ اگر وہ ان کو (اس حال میں) پائے کہ وہ مغرب کی نماز تو پڑھ چکے ہیں، لیکن نمازِ عشاء ابھی تک نہیں پڑھی۔ اور اس نے چاہا کہ ان کے ساتھ عشاء کی نماز (جمع کر کے) پڑھے۔ جب کہ مغرب کی نماز پر اکیلے اپنے گھر میں پڑھ چکا ہے، تو فرمایا میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ یہ اُن کے ساتھ نماز پڑھے۔

فقہ شافعی:

اور فقہ شافعی میں حالت حضر میں سوائے بارش کے اور کسی وجہ سے بھی جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے۔ چنانچہ مختصر مزنی میں ہے کہ

"قال الشافعی والسنة فی المطر کالسنة فی السفر" (مختصر المزني علی الأم ج. ۹ ص ۳۰)

اور بارش میں سنت سفر کی سنت کی طرح ہے (یعنی جمع بین الصلاتین! بارش کی وجہ سے حالت حضر میں جائز ہے)

نیز فقہ شافعی کی مزید تفصیل نہایۃ المحتاج اور المہذب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

فقہ حنبلی:

اور فقہ حنبلی میں بھی حالت حضر میں جمع بین الصلاتین مشروط بالاعذار والامراض ہے۔

چنانچہ فقہ حنبلی کی کتاب منار السبیل میں ہے۔

وقد أجمعنا أن الجمع لا يجوز بغير عذرٍ فلم يبق إلاالمرض ولأنه صلى الله عليه وسلم أمر لمستحاضة بالجمع بين الصلاتين والاستحاضة نوع مرض" انتهى (منار سبيل في شرح الدليل ج. ا ص ۱۳۷)

اور ہمارا اس پر اتفاق ہے کہ جمع (بین الصلاتین) بغیر عذر کے جائز نہیں ہے۔ پس صرف مرض باقی رہا۔ اور اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کو جمع بین الصلاتین کا حکم فرمایا تھا۔ اور استحاضہ بھی مرض کی ایک قسم ہے۔

نیز فقہ حنبلی کی باقی تفصیل المغنی لابن قدامہ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

اس پوری تفصیل سے اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے ہاں بھی بلا عذر حالت حضر میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں۔ اور حدیث ابن عباس یا تو محمول ہے عذر پر یا پھر جمع صوری پر (واللہ اعلم بالثواب)

اُن دلائل کا بیان جن سے حالت سفر میں جمع صوری کا جواز ثابت ہوتا ہے

اب ان دلائل اور قرائن کا ذکر ہوگا جن سے حالتِ سفر میں جمع صوی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عن عائشة أن النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یؤخر الظهر ویعجل العصر ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فی السفر" (اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار ج. ۱ ص ۱۱۳ . والهیثمی فی مجمع الزوائد واللفظ له "وعزاه إلی المسند للامام احمد" ج. ۲ ص ۲۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں ظہر کو مؤخر فرماتے تھے اور عصر کو جلدی اداء فرماتے تھے اور مغرب کو مؤخر فرماتے تھے اور عشاء کی نماز کو جلدی اداء فرماتے تھے۔

(۲) عن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن أبیه عن جدہ أن علیا رضی اللہ عنه کان إذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی کادَ أن

تظلم ثم ينزل فيصلي المغرب ثم يدعو بعشاء فيتعشى ثم يصلي العشاء ثم يرتحل و يقول هذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع" (اخرجه النيموی فی آثار السنن ص ۲۷۶ وقال رواه ابوداؤد واسناده صحيح)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ سفر کرتے تو سورج کے غرب ہونے کے بعد سفر شروع فرماتے یہاں تک کہ جب اندھیرا چھا جاتا تو اُتر کر مغرب کی نماز اداء کرتے تھے۔ پھر کھانا منگوا کر تناول فرماتے اور اس کے بعد عشاء کی نماز اداء کر کے سفر شروع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح عمل فرماتے تھے۔

(۳) عن أبي عثمان قال وفدت أنا و سعد بن مالک ونحن نبادر للحج فكنّا نجمع بين الظهر والعصر نقدم من هذه و نؤخر من هذه و نجمع بين المغرب والعشاء نقدم من هذه ونؤخر من هذه حتى قدمنا مكة" انتهى (أخرجه الطحاوی واللفظ له فی شرح معانی الآثار ج. ۱ ص ۱۱۴ و عبدالرزاق فی المصنف ج. ۲ ص ۵۴۹ والنیموی فی آثار السنن ص ۲۷۶ وقال النیموی رواه الطحاوی واسناد صحيح)

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور سعد بن مالک (یعنی سعد ابن وقاص) رضی اللہ عنہ حج کے لئے سفر کر رہے تھے۔ پس یہ ظہر اور عصر میں جمع بین الصلاتین کرتے تھے اس طرح کہ (عصر) کو کچھ مقدم کر دیتے اور اس (ظہر) کو کچھ مؤخر کر دیتے اور مغرب وعشاء میں جمع بین الصلاتین کرتے تھے، اس طرح کہ (عشاء) کو کچھ مقدم کر لیتے اور اس کو (یعنی مغرب کو) کچھ مؤخر کر دیتے تھے یہاں تک کہ ہم تک پہنچ گئے۔

(۴) عن هذيل بن شرحبيل عن عبدالله بن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الصلاتين في السفر" انتهى (اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار ج. ۱ ص ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جمع بین الصلاتین فرماتے تھے۔

(۵) وعن عبدالله بن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين المغرب والعشاء يؤخر هذه في آخر وقتها ويعجل هذه في أول وقتها" انتهى (اخرجه الهيثمي في مجمع الزوائد ج. ٢ ص ٣٦٥ وعزاه إلى المعجم الكبير للطبراني وقال وفيه ابو مالك النخعي وهو ضعيف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء میں جمع فرماتے تھے اس (مغرب) کو اس کے آخری وقت تک مؤخر فرماتے تھے اور اس (عشاء) کو اس کے اول وقت تک مقدم فرماتے تھے۔

(٦) عن عبدالرحمن بن يزيد يقول صحبت عبدالله بن مسعود في حجه فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر ويؤخر المغرب ويعجل العشاء" الخ (اخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار ج. ١ ص ١١٤)

عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے حج (کے ارادہ) کے وقت سفر کیا، پس وہ ظہر کی نماز مؤخر فرماتے تھے اور عصر کی نماز مقدم فرماتے تھے اور مغرب کی نماز کو مؤخر فرماتے تھے اور عشاء کی نماز کو مقدم فرماتے تھے۔

(فائدہ) میں نے جان بوجھ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تینوں روایات کو یکجا ذکر کیا تا کہ ان کی روایات کی پوری تفصیل واضح ہو سکے۔

پس اگر بالفرض ان کی دوسری روایت میں ایک راوی ضعیف ہیں جس کی طرف ہیثمی رحمہ اللہ نے اشارہ کر دیا، مگر ان کا اپنا عمل جس کو طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا گیا وہ تو ضعیف نہیں ہے۔

اور یہ پوری کیفیت میں نے اس لیے ذکر کی کہ آگے ان کی ایک اور صحیح روایت کو ذکر کیا جائیگا، تا کہ اس کی حقیقت پھر اچھی طرح سمجھ میں آ سکے۔

والله هو الموفق وهو المعين

(٧) وعن أبي سعيد . يعني الخدري قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر و بين المغرب والعشاء أخر المغرب و عجل العشاء فصلاهما جمعا. (اخرجه الهيثمي في مجمع الزوائد ج. ٢ ص ٣٦٦ وقال رواه الطبراني في الاوسط وقال تغردبه محمد بن عبدالوهاب الحارثي ورواه البزار مختصراً كان يجمع بين الصلاتين في السفر وقال لانعلمه عن أبي سعيد إلا من هذا الوجه و محمد بن عبدالوهاب ثقة مشهور بالعبادة قلت وبقية رجاله ثقات)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء میں جمع بین الصلاتین فرمایا۔ مغرب کو مؤخر فرمایا اور عشاء کو مقدم فرمایا اوران دونوں کو جمع کر کے ادا فرمایا۔

(٨) عن ابن عمرؓ قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم اذا اعجله السير في السفر يؤخر صلوة المغرب حتى يجمع بينها وبين العشاء قال سالم وكان عبدالله ابن عمر يفعله اذا اعجلهٗ السير يقيم المغرب فيصليها ثلاثا ثم يسلم ثم قلما يلبث حتى يقيم العشاء (ج. ١ ص ١٤٩ ابواب تفصير الصلوٰة باب هل يؤذن و يقيم اذا جمع بين المغرب والعشاء)

(فائدہ) اس میں صراحت ہورہی ہے کہ ابن عمرؓ نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر انتظار فرماتے تھے پھر نماز عشاء ادا فرماتے، اس انتظار کا محمل سوائے اس کے کوئی نہیں ہوسکتا کہ وہ عشاء کے دخول کا تیقن چاہتے تھے اس میں خود حافظ ابن حجرؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اس میں جمع صوری پر دلیل ملتی ہے (فتح الباری ج۔٢ص ٤٦٥)

(فائدہ) مذکورہ آثار و احادیث کی دلالت صراحۃً اس بات پر ہو رہی ہے کہ مذکورہ

احادیث جو حالتِ سفر میں جمع بین الصلاتین کے جواز پر دلالت کر رہی ہیں ان میں جمع سے مراد جمع صوری ہے۔جمع حقیقی تقدیماً یا تاخیراً مراد نہیں ہے۔درجہ ذیل امور کی وجہ سے۔

(۱) ان مذکورہ احادیث مبارکہ میں سے بعض میں جمع صوری کا صراحتاً ذکر ہے۔

(۲) جن صحابہ کرام کی مروی احادیث یا ان کے عمل سے جمع صوری کا جواز ثابت ہوتا ہے یہ اکابر صحابہ ہیں اور اُن کے ہاں حالت سفر و حضر ہر دو حالتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا التزام زیادہ رہا ہے۔بنسبت ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جن سے جمع حقیقی کا جواز ثابت ہے۔اس لیے کہ وہ کبارِ صحابہ میں سے ہیں۔اس لیے کہ جمع حقیقی کے جواز کی روایات صحیح اسانید کے ساتھ تین صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

جبکہ جمع صوری کا جواز

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ

(۲) حضرت علی بن ابی طالب

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو ان تینوں صحابہ کرامؓ پر ہر لحاظ سے فضیلت حاصل ہے۔اس لیے ترجیح بھی ان ہی کی روایات کو حاصل ہوگی۔

(۴) بعض روایات میں وقت کے اندر نماز پڑھنے کی بہت فضیلت اور تاکید آئی ہے۔ جن کو ان شاءاللہ ہم آگے نقل کرینگے۔اور جمع صوری پر عمل کرنا اس کے خلاف نہیں ہے۔بخلاف جمع حقیقی کے وہ ان روایات کے خلاف ہے۔

(۵) بعض روایات میں جمع بین الصلاتین سے منع کیا گیا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ

امتناع جمع حقیقی کے ساتھ خاص ہے۔اس لیے کہ جمع صوری میں ہر نماز اپنے وقت پر اداء کی جاتی ہے۔

(٦) جمع بین الصلاتین کی روایات ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے خلاف ہیں جو مواقیت نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔لہٰذا اگر ترجیح کے اصول کو بھی اپنایا جائے تو تب بھی ان احادیث متواترہ کو ترجیح حاصل ہوگی۔ جو کہ مواقیت صلوٰۃ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ بخلاف ان اخبار احاد کے جن میں جمع حقیقی کا ذکر ہے۔

"جمع بین الصلاتین کی ممانعت کی روایات اور الصلاۃ فی وقتها کی احادیث"

یہاں تک تو ان احادیث و روایات کا ہم نے ایک تنقیدی جائزہ لیا جن میں جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے اب ہم ان احادیث و روایات کو ذکر کرتے ہیں جن میں جمع بین الصلاتین سے منع کیا گیا ہے۔

وہ آثار و روایات جن میں جمع بین الصلاتین سے منع کیا گیا ہے۔

(١) "عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى باباً من أبواب الكبائر"

(اخرجه الترمذی فی السنن ثم قال الترمذی قال ابوعیسیٰ و حنش هذا هو أبو علی الرجی وهو حنش بن قیس وهو ضعیف عند اهل الحدیث ضعفهٔ احمد وغیره" سنن الترمذی ج. ١ ص ٤٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بغیر عذر کے اگر کسی نے جمع بین الصلاتین کیا تو وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر آ گیا۔

لیکن امام محمدؒ کی ایک روایت سے اس کی تائید ہوئی ہے کہ

"قال مؤطا محمد بلغنا عن عمر بن الحطاب انه كتب فى الافاق ينهاهم أن يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم أن الجمع بين الصلاتين فى وقت واحد كبيرة من الكبائر. (مؤطا امام محمد باب الجمع بين الصلاتين فى السفر والمطر ص ١٢٩، ١٣٠ طبع نور محمد)

(٦) عن أبى العالية عن عمر رضى الله عنه قال جمع الصلاتين من غير عذر من الكبائر"

أخرجه البيهقى فى السنن الكبرى وقال الشيخ عبدالقادر فى تعليقه قال ابن التركمانى "أبو العالية أسلم بعد موت النبى صلى الله عليه وسلم بسنتين ودخل على أبى بكر وصلى خلف عمر وقد قدمنا غير مرة أن مسلماً حكى الإجماع على أنه يكفى لا تصال الإسناد المعنعن ثبوت كون الشخصين فى عصر واحد

وكذا الكلام فى رواية أبى قتادة العدوى عن عمر فإنه أدركه كما ذكره البيهقى بعد فلا يحتاج فى اتصاله إلى أن يشهده" (السنن الكبرى للبيهقى ج.٣ ص ٢٤٠)

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جمع بین الصلا تین بغیر عذر کے کبائر میں سے ہے۔

(٣) عن أبى قتادة يعني العدوى أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه كتب إلى عامل له ثلاث من الكبائر الجمع بين الصلاتين إلا فى عذر" الخ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ج.٣ ص ٢٤١)

حضرت ابوقتادہ عدوی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا تھا کہ تین گناہ کبائر میں سے ہیں (١) جمع بین الصلا تین بغیر عذر کے۔ الخ

قال البيهقي بعد نقله "أبو قتادة العدوي أدرك عمر رضي الله عنه فإن كان شهدهٔ كتب فهو موصول وإلا فهو إذا انضم إلى الأول صار قوياً" (السنن الكبرى للبيهقي ج.۳ ص ۲۴۱)

(فائدہ) یہ تو وہ روایات تھیں جن میں جمع بین الصلاتین سے منع کر دیا گیا ہے۔ اب آگے ان روایات کو ذکر کیا جائے گا جن میں نمازوں کو اپنے ہی اوقات میں اداء کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرنے کو تفریط اور نماز کے فوت ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان روایات کا ذکر جن میں نمازوں کو اپنے اوقات میں اداء کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۱) عن ابن مسعود قال مارأيت النبي صلى الله عليه وسلم صلّى صلاةً إلا لوقتها إلا أنه جمع بين الظهر والعصر بعرفة والمغرب والعشاء بجمع"

(اخرجه عبدالرزاق واللفظ له في المصنف ج.۲ ۵۵۱ والامام احمد في مسنده وذكره الساعاتي في الفتح الرباني في ترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيباني ج.۵ ۱۲۶، ۱۲۷ واخرجه النيموي في آثار السنن ۲۷۷ وقال رواه الشيخان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے نماز پڑھی ہو مگر اپنے وقت میں (یعنی ہمیشہ اپنے وقت میں نماز پڑھی ہے) سوائے اس کے کہ انہوں نے عرفہ میں ظہر وعصر میں جمع بین الصلاتین فرمایا تھا اور (مزدلفہ) میں مغرب وعشاء میں جمع بین الصلاتین فرمایا تھا۔

(فائدہ) حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع بین الصلاتین کے راویوں میں سے ہیں یہ روایات جمع کو جمع صوری پر محمول کرنے کا سب سے قوی ترین قرینہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہی روایت قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں نقل فرمائی ہے چنانچہ

انہوں نے لکھا ہے۔

"ومن المؤيدات للحمل على الجمع الصوری ما أخرجه مالک فی الموطا والبخاری وأبو داود والنسائی عن ابن مسعود قال مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاةً لغير ميقاتها الاصلاتين جمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفه وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها.

فنفى ابن مسعود مطلق الجمع و حصره فی جمع المزدلفة مع أنه ممن روى حديث الجمع بالمدينة كما تقدم وهو يدل على أن الجمع الواقع بالمدينة صورى ولو كان جمعا حقيقيا لتعارض رِوَايَتَاهُ" (نیل الاوطار ج.۳ ص ۲۲۹)

اور جمع صوری پر محمول کرنے کی تائیدوں میں سے وہ روایت ہے جس کو امام مالک نے موطا میں اور امام بخاری امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

سوائے دو نمازوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء میں مزدلفہ میں جمع فرمایا تھا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے (یعنی اپنے ہی وقت میں بالکل شروع وقت میں) اداء فرمائی تھی۔

پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق جمع کی نفی فرمائی اور اس کو مزدلفہ میں منحصر فرمادیا حالانکہ وہ بھی ان راویوں میں سے ہیں جنہوں مدینہ میں جمع بین الصلاتین کی روایت کو روایت کیا ہے۔

(۲) عن عبدالله بن مسعود قال مسألت النبی صلى الله عليه وسلم أیّ العمل أحب إلى الله قال الصلوٰة علىٰ وقتها" الخ

(اخرجه البخاری فی الصحيح واللفظ له ج ۱ ص ۷۶ والحاكم فی

المستدرك ج. ١ ص ٣٠١، ٣٠٢ والهيثمي في مجمع الزوائد ج. ٢ ص ٣٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز کو اداء کرنا۔

(فائدہ) نیز یہ حدیث امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ام فروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی ہے۔

اور امام حاکم ابو عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود (۲) حضرت عبداللہ بن عمر اور (۳) حضرت ام فروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مختلف سندوں کے ساتھ روایت فرمائی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے مستدرک حاکم ص ۳۰۰ سے ۳۰۲ تک ج ۱)

(۳) عن أبي ذر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أباذر أنه سيكون بعدي أمراء يميتون الصلوٰة فصل الصلوٰة لوقتها فإن صليت لوقتها كانت لك نافلة وإلا كنت قد احرزت صلوتك" أخرجه مسلم في صحيحه واللفظ له ج. ١ ص ٢٣١ والترمذي في السنن ج. ١ ٤٣ و ابو دائود في السنن ج. ١ ص ٦٢)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر میرے بعد عنقریب کچھ امراء آئیں گے جو نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے۔ پس آپ نماز اپنے وقت پر پڑھیں پس اگر آپ نے وقت پر نماز پڑھی تو وہ آپ کے لئے نفل ہو جائے گی (یعنی اپنے وقت پر نماز پڑھ کر پھر آ کر ان کی جماعت میں شامل ہو گئے تو وہ آپ کے لئے نفل ہو جائیگی اور اگر ان کے ساتھ شامل نہ ہوئے تو پھر بھی) ورنہ آپ نے اپنی نماز محفوظ کر لی۔

(فائدہ نمبر۱) مابین القوسین کی تشریح دوسری روایات میں صراحۃً آئی ہے جن کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے مندرجہ بالا حوالہ دیکھئے۔

(فائدہ نمبر۲) یہ روایت امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود (۲) حضرت عبادۃ بن الصامت (۳) اور حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت فرمائی ہے۔

تفصیل کے لئے مندرجہ بالا حوالہ دیکھئے۔

(۴) عن الزهری يقول دخلت علی أنس بن مالک بدمشق وهو يبکی فقلت مايبکيک فقال لاأعرف شيئا مما أدرکت إلاّ هذه الصلوٰة وهذه الصلوٰة قد ضيعت" (اخرجه البخاری فی صحيحه ج. ا ص ۷٦)

امام زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ رو رہے تھے۔ تو میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ (زمانہ نبوت میں) پایا تھا اس میں سے میں صرف اس نماز کو (اپنے وقت پر ادائیگی) کو جانتا ہوں اور یہ نماز ضائع کردی گئی (یعنی اس کو بھی اپنے وقت سے مؤخر کیا جانے لگا)

(فائدہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع بین الصلاتین فی السفر کے سب سے قوی راوی ہیں۔ مگر تاخیر نماز پر وہ بھی رو رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ جمع بین الصلاتین سے مراد جمع صوری ہے۔

(۵) عن أبی قتادة قال النبی صلی الله عليه وسلم انه لاتفريط فی النوم انما التفريط فی اليقظة" (اخرجه ابوداؤد فی السنن ج. ا ص ٦٣)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیند میں تفریط نہیں ہے۔ لیکن تفریط (نماز کو اپنے وقت پر اداء نہ کر کے اپنے اوپر زیادتی کرنا)

بیداری میں ہے۔

(فائدہ) یہ ایک لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس میں نماز کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنے کو تفریط سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نیز اس روایت کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے تفصیل سے روایت کیا ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط إنما التفریط فی الیقظۃ بأن یؤخر الصلوٰۃ إلی وقت اخری" (شرح معانی الآثار ج۱ ص ۱۱۴)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیند میں تفریط نہیں ہے۔ لیکن تفریط بیداری میں ہے۔ اس طرح کہ نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کر دیا جائے۔

(فائدہ) اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کا اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت فرمایا ہے، اس کے لیے بھی مذکورہ بالا حوالہ دیکھئے۔

(۶) عن ابن عباس قال لایفوت صلوٰۃ حتی یجیئ وقت الأخری" (أخرجه الطحاوی فی شرح معانی آلاثار ج۱ ص ۱۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نماز اس وقت تک فوت نہیں ہوتی جب تک کہ دوسری نماز کا وقت نہ آجائے۔

(فائدہ) دوسری نماز کے وقت کے شروع ہو جانے پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کے مؤخر کرنے کو اس کا فوت (قضاء) ہو جانا فرما رہے ہیں۔

حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ صرف جمع بین الصلاتین فی السفر کے راوی ہیں۔ بلکہ جمع بین الصلاتین فی الحضر کے سب سے مشہور اور قوی ترین راوی ہیں۔ جیسا کہ پہلے

گزرا۔ تو کیا یہ اس بات کا قرینہ نہیں ہے کہ ان کی روایات جمع صوری پر محمول ہیں۔

(۷) عن سالم بن عبداللہ أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال رحمه الله عبدالله بن رواحة كان ينزل فی السفر عند وقت كل صلاة" (اخرجه عبدالرزاق فی المصنف ج۔۲ ص ۵۵۴)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم فرمائے عبداللہ بن رواحہ پر کہ وہ سفر میں ہر نماز کے وقت پر (اس کو اداء کرنے کے لئے) اتر جاتے تھے۔

(فائدہ) اس روایت کے بعد اب مزید کسی روایت کی ضرورت باقی نہ رہی لہٰذا روایات کی بحث کو ہم یہاں پر سمیٹ رہے ہیں۔ البتہ حالت حضر میں جمع بین الصلاتین کے جواز کی جو روایات ہم نے نقل کی تھیں۔ ان کے بارے میں قاضي شوکانی رحمہ اللہ کی نیل الاوطار سے چند اقتباسات نقل کرینگے تا کہ یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ اس سے مراد جمع صوری ہے۔

جمع بین الصلاتین فی الحضر کی روایات کا صحیح محمل ومطلب علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے ہاں

چنانچہ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

(۱) ويقوی ما ذكر من الجمع الصوری أن طرق الحديث كلها ليس فيها تعرض لوقت الجمع

اور جو ذکر کیا گیا جمع صوری میں سے اس کو یہ بھی قوی کر دیتا ہے کہ حدیث کے تمام طرق میں جمع کے وقت کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) ومما يدل علی تعيين حمل حديث الباب علی الجمع الصوری ما أخرجه النسائی عن ابن عباس بلفظ "صليت مع النبی صلی الله عليه وسلم

الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا أخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العشاء" فهذا ابن عباس راوى حديث الباب قد صرح بأن ماروواه من الجمع المذكور هو الجمع الصورى"

اوران میں سے جوقرائن دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ حدیث باب جمع صوری پر محمول ہے وہ روایت ہے جس کونسائی نے روایت کیا ہے ابن عباس سے اس لفظ کے ساتھ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے اداء کی اور مغرب وعشاء کی نماز جمع کر کے اداء کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو مؤخر فرمایا اور عصر میں جلدی فرمائی اور مغرب کو مؤخر فرمایا اور عشاء میں جلدی فرمائی۔ پس یہ ابن عباس اس حدیث باب کے راوی ہیں انہوں نے تصریح کر دی کہ جو کچھ انہوں نے جمع مذکور میں سے روایت کیا ہے وہ جمع صوری ہے۔

(۳) ومما يؤيد ذلك ماروواه الشيخان عن عمرو بن دينار أنه قال ياأبا الشعثاء أظنه أخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العساء قال وأنا أظنه" و أبو الشعثاء هوراوى الحديث عن ابن عباس كما تقدم

اوران میں سے جواس کی تائید کرتے ہیں (ایک یہ ہے) جس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا ہے عمرو بن دینار سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے ابوالشعثاء میرا خیال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو مؤخر فرمایا اور عصر میں جلدی فرمائی اور مغرب کو مؤخر فرمایا ورعشاء میں جلدی فرمائی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ حالانکہ ابوالشعثاء اس حدیث کے راوی ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جیسے کہ پیچھے گزرا۔

(۴) ومن المؤيدات للحمل على الجمع الصورى ماأخرجه مالك فى الموطا والبخارى وأبو دائود والنسائى عن ابن مسعود قال مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها إلا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها"

ففي ابن مسعود مطلق الجمع وحصره في جمع المزدلفة مع أنه ممن روى حديث الجمع بالمدينة كما تقدم وهو يدل على أن الجمع الواقع بالمدينة صوری ولو كان جمعا حقيقيا لتعارض روايتاه"

اور جمع صوری پر حمل کی مؤیدات میں سے ایک یہ بھی ہے ہ جس کو مالک نے اپنی موطاء میں اور بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر وقت میں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے دو نمازوں کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء میں جمع بین الصلاتین فرمایا تھا اور اس دن فجر کی نماز اپنے معمول کے وقت سے پہلے اداء فرمائی تھی (وقت اول میں فجر کی نماز کے اداء کرنے کو اس سے تعبیر فرمایا ہے کہ اس لیے کہ فجر کی نماز کو کسی بھی حالت اور وقت میں فجر کے وقت سے پہلے اداء کرنے کا نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی قائل تھا اور نہ بعد کے ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔ واللہ اعلم)

پس ابن مسعود نے مطلق جمع کی نفی فرمائی اور اس کو مزدلفہ میں منحصر کر دیا حالانکہ وہ بھی حدیث جمع بالمدینہ کے راویوں میں سے ہیں جیسے کہ پہلے گذرا۔ اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو جمع مدینہ میں واقعہ ہوا تھا وہ جمع صوری تھا۔ اگر وہ جمع حقیقی ہوتا تو ان کی روایتیں متعارض ہو جاتیں۔

(۵) ومن المؤيدات للحمل على الجمع الصوری أيضا ماأخرجه ابن جرير عن ابن عمر قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر و يؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما"

وابن عمر ممن روى جمعه صلى الله عليه وسلم بالمدينة كما أخرج عبدالرزاق عنه" (نيل الأوطار ج.٣ ص ٢٢٩)

اور حمل صوری کی مؤیدات میں سے ایک یہ بھی ہے جس کی تخریج ابن جریر نے ابن عمر

سے کی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کو مؤخر فرماتے اور عصر جلدی اداء فرماتے اور ان دونوں کو جمع فرماتے اور مغرب کو مؤخر فرماتے اور عشاء میں جلدی فرماتے اور ان دونوں کو جمع فرماتے اور ابن عمران راویوں میں سے ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع بین الصلاتین بالمدینہ کی روایت ذکر فرماتی ہے۔ جیسے کہ عبدالرزاق نے ان سے اس کو نقل فرمایا ہے۔

(فائدہ) اب آگے ہم ان شاء اللہ تبرکا قرآن کی دو آیتیں ذکر کرینگے جن میں اوقات نماز کو فرض قرار دیا گیا ہے اور نمازوں کو ان کے اوقات میں اداء کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱: إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. النساء آية نمبر ۱۰۳

بے شک نماز مؤمنوں پر ان (نمازوں کے متعین شدہ) وقت میں فرض ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

قال ابن مسعود إن لصلوٰة وقتا كوقت الحج" (تفسير ابن كثير ج. ۱ ص ۸۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے لئے بھی وقت (مقرر اور معین) ہے۔ جیسے کہ حج کا وقت (معین اور مقرر) ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ آیت اپنی صحیح میں نقل فرمائی اور فرمایا۔

"ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا" "وقَّتَهُ عليهم" (صحيح بخاری ج. ۱ ص ۷۵)

اس (اللہ) نے اس (نماز) کو ان کے لئے موقت (اوقات کا پابند) بنادیا۔

اور امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا:

قال ابوبكر "قد انتظم ذلك إيجاب الفرض و مواقيته لأن قوله تعالىٰ

كتابا معناه فرضا وقوله موقوتا معناه أنه مفروض في اوقات معلومة معينة فأجمل ذكر الأوقات في هذه الآية و بينها في مواضع أخر من الكتاب من غير ذكر تحديد اوائلها وأواخرها. وبين على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم تحديد ها ومقاديرها" انتهى (أحكام القرآن للجصاص ج. ٢ ص ٣٧٤)

فرمایا ابوبکر رحمہ اللہ نے کہ یہ آیت فرض کے وجوب اور اس کے اوقات (دونوں) کو شامل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کتابا کے معنی مفروضاً (فرض ہونے) کے ہیں اور اس کا ارشاد موقوتا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ معلوم اور معین اوقات میں فرض ہے۔ پس اس نے اوقات کے ذکر کو اس آیت میں مجمل (غیر مبین) چھوڑ دیا اور اس کو کتاب (قرآن) کی دوسری جگہوں پر بیان فرمایا۔ لیکن نمازوں کے شروع اور ختم ہو جانے کے اوقات کو بیان نہیں فرمایا:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نمازوں کے اوائل و آواخر اوقات کی حدوں اور مقداروں کو بیان فرمایا۔

(٢) "حفظوا على الصلوٰت والصلوٰة الوسطى وقومالله قانتين" (البقرة آية ٢٣٨)

پابندی کرو نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔ اس آیت کے ذیل میں امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:

"فيه أمر بفعل الصلاة تاكيد وجوبها بذكر المحافظة وهي الصلوات الخمس المكتوبات المعهودات في اليوم والليلة وذٰلک لدخول الألِف واللام عليها اشارة بها إلى معهود وقد انتظم ذٰلک القيام بها و استيفاء فروضها وحفظ حدودها وفعلها في مواقيتها وترک التفصير فيها إذكان الأمر بالمحافظة يقتضي ذٰلک كله" انتهى (أحكام القرآن للجصاص ج. ١ ص ٦٠٤)

اس میں نمازکی ادائیگی کا امر ہے اور اس کے وجوب کی تاکید ہے۔لفظ محافظۃ کو ذکر کرنے کی وجہ سے اور وہ پانچ نمازیں ہیں جو فرض و متعین ہیں دن رات میں، اور یہ اس پر الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے اس سے اشارہ کرتے ہوئے معہود (متعین) کی طرف اور اس کے قائم کرنے اور اس کے فرائض کو مکمل کرنے اور اُس کی حدود کی حفاظت کرنے اور اوقات کے اندر ان کو اداء کرنے اور اس کی حفاظت کرنے اور اوقات کے اندر ان کو اداء کرنے اور اس میں تقصیر کو ترک کرنے (ان سب) کو شامل ہے۔(اس لیے کہ محافظ کا امر ان سب (اشیاء) کا تقاضا کرتا ہے۔

(فائدہ نمبر۱) ان دو آیتوں کو تبرکاً ذکر کیا اس لیے کہ اتنی واضح احادیث آنے کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فائدہ نمبر۲) ان دونوں آیتوں سے اجمالی طور پر اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نمازوں کو اپنے اوقات میں پڑھنا فرض ہے۔

(فائدہ نمبر۳) اور پانچوں نمازوں کے اوقات قرآن کی دوسری آیات سے اشارۃً ثابت ہوتے ہیں نمونہ کے لئے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۸، ۷۹ اور سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۱۴ کا مطالعہ فرمائیے۔

تتمہ:

وهذا آخر ما اوردته فی هذه الرسالة

والحمدلله علی توفیقه ایای لِتکمیل هذه الرسالة

كما ينبغى لجلال اوجهه وعظيم سلطانه وله الحمد كما يحبه ربنا يرضاه

والصلوٰة والسلام على خيرة خلقه وسيد رسله امام الانبياء فى الاسراء خطيبهم يوم القيامة حامل لواء حمد ربنا عزوجل

أشفق الناس وارحمهم بأمته سيد ولدآدم سيدنا وشفيعنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وبارک وسلم تسليما كثيراً كثيراً

والصلاة والسلام عليه كلما ذكره الذاكرون وكلما نمغل عن ذكره الغافلون

اللهم اجعل هذه الرسالة سببا لرضاک فی الدنيا والآخرة وشرفها بالقبول لديک والمؤسنين کافة واجعلها ذخراً لنا ولوالدينا ولأ ساتذتنا ولمشائخنا ولمجينا فيک ولعامة المسلمين يارب العالمين ويأأكرم الأكرمين. آمين يا رب العالمين

أنا الرجى عفو ربه السميع البصير محمد نذير كان الله له فی الدنيا والآخرة المدرس بجامعة العلم والهدیٰ بليک برن بريطانيه

☆☆☆☆☆☆☆☆☆